# تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

## معراج کا پراسرار منظر

حضور ﷺ نے جب معراج کے روحانی مشاہدات ومناظر اور ملکوتی آیات ومظاہر کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ راہ حق سے دیدہ ودانستہ (غوایت) یا نادانستہ (ضلالت) بھٹک گیا ہے یا اپنے دل سے بنا کر یہ جھوٹی باتیں بیان کرتا ہے یہ انہوں نے کیوں کہا؟ اس لئے کہا کہ روحانی جلووں کے دیکھنے کی ان کے پاس آنکھیں نہ تھیں۔ صورت سرمدی کے سننے کی ان کے کانوں میں طاقت نہ تھی۔ اسرار ملکوتی کے سمجھنے کے لئے ان کے سینوں میں دل نہ تھے۔ خدا نے کہا یہ جو کچھ تھا اور جو کچھ معلوم ہوا، یہ بڑی طاقت وقدرت اور علم وعقل والی ہستی کی جلوہ انگیزیاں تھیں۔ وہ کبھی اتنا دور تھا کی آسمان کے کناروں میں نظر آیا اور کبھی اتنا قریب کہ یہ دو کمانوں کے فاصلہ سے بھی قریب تر تھا۔ کون جھکا؟ کون قریب آیا؟ کون دو کمانوں کے فاصلہ تک آ کر رہ گیا؟ کیا خدا؟ نہیں! کیا جلوۂ خدا؟ شاید۔ کس نے باتیں کیں؟ معلوم نہیں۔ کیا باتیں کیں؟ بتائی نہیں۔ سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟ انسانی فہم وادراک کی اخیر سرحد پر ایک درخت! کیا اس کو شئون وصفات الٰہی کی نیرنگی نے ڈھانک لیا؟ کیا انسانی فہم وادراک کی اخیر سرحد کا درخت صرف شئون وصفات کی نیرنگی کا مظہر ہے؟ کیا یہاں پہنچ کر کون ومکان اور وجوب وامکان کا عقدۂ مشکل حل ہو گیا؟ کیا دل بھی دیکھتا ہے؟ حضور ﷺ نے دل کی آنکھوں سے کیا دیکھا؟ دیدۂ چشم سے کیا نظر آیا؟ آپ ﷺ واں شہر میں آیات ربانی دکھائی گئیں مگر یہ مشاہدہ قلب تھا یا معائنۂ چشم؟

رازِ ایں پردہ نہاں است ونہاں خواہد بود

علامہ سید سلیمان ندوی


سالانہ زرتعاون -/250

۲۵/جون ۲۰۱۱ء

فی شمارہ Rs 12/-



Postal Regd. No. LW/NP/63/2009TO2011
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071

Fortnightly
TAMEER-E-HAYAT
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

Vol. No. 48 Issue No.15

10 June , 2011



Ph. Off. : 0522-2740406
Fax : 0522-2741221
E-mail : nadwa@sancharnet.in



Mobile: 09415786548
Phone: Shop. 0522-2274606
0522-2816731

Mohd. Akram Jewellers

محمد اکرم جویلرس

Near Odeon Cinema, Lucknow

New

Ph: 2266786

Sana Jewellers

ثنا جویلرس

Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad

۱۷/۳۰۱ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ-۳

301/17, Srai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

قبا اوننگ

مینوفیکچررس

ٹیرس اوننگ - ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ - لان اوننگ - ڈیمو ٹینٹ

Tel : 0522-2817580 - 9335236026 - 9839095795

Md. Aslam : 9415002532
9335628375
Md. Imran : 9838122052
Md. Rehan : 786737094

Shop : 2613736 - 4048340
Res.: 2226177
Akbari Gate : 2268845

سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڑبڑ جھالا کے سامنے امین آباد لکھنؤ
پروپرائٹر: محمد اسلم

Branch : Nagina Market, Akbari Gate Lko. Mobile : 9839654567 - 9335913718

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

اظہارسن پرفیومرس

IZHARSON PERFUMERS

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com



Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph: 9415100085

پندرہ روزہ

# تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۸ — ۲۵/جون ۲۰۱۱ء مطابق ۲۲/رجب المرجب ۱۴۳۲ھ — شمارہ نمبر ۱۶


## اس شمارے میں


**شعروادب**
کہنہ گھیے، تازہ دیاے — نشور واحدی — ۲

**اداریہ**
عالمی فساد اور اہل ایمان کی ذمہ داری — شمس الحق ندوی — ۳

**قند مکرر**
سب سے خطرناک بات — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی — ۵

**زبان و قلم**
اسلامی ادب میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت اور — حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی — ۸

**اسرار و مصالح**
بدی کے وجود کی علت و حکمت — مولانا عبدالماجد دریابادی — ۱۳

**حق و باطل**
اسلام پر دشمنوں کی یورش — مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی — ۱۵

**فکرو عمل**
صحابہ کرامؓ کی چند امتیازی خصوصیات اور ہمارا معاشرہ — مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی — ۱۷

**اسلامی اخلاق**
ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم — ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی — ۲۰

**فقہ و فتاویٰ**
سوال و جواب — مفتی محمد ظفر عالم ندوی — ۲۳

**سچی باتیں**
اچھی ہم نشینی اور بہتر گفتگو — ڈاکٹر محمد جنید ندوی — ۲۳

**حقوق و آداب**
حضرات اہل بیت اطہارؓ کے فضائل و حقوق — خالد فیصل ندوی — ۲۶

**خبر و نظر**
عالم اسلام — جاوید اختر ندوی — ۲۹

**تعارف و تبصرہ**
رسید کتب — م ح ح — ۳۱

**اپیل**
اہل خیر حضرات سے — ۳۲



**زیر سرپرستی**
حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مولانا مفتی محمد ظہور ندوی
(نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

**زیر نگرانی**
مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

**مدیر مسئول**
شمس الحق ندوی

**نائب مدیر**
محمود حسن حسنی ندوی

**مجلس مشاورت**
• مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی • مولانا خالد ندوی غازی پوری
• امین الدین شجاع الدین

**ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ**
Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-226007
E-mail: nadwa@sancharnet.in, Ph: (0522) 2740406



مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے



سالانہ زرتعاون -/250 — فی شمارہ -/12 — ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک کے لئے -/50$ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

آپ کے خریداری نمبر کے نیچے اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زرتعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلدی زرتعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شمارے کے نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔



# FLATS AVAILABLE FOR SALE

2/3 BEDROOM FLATS

**BOOKING OPEN**

PROMOTED BY:
R. M. BUILDERS
& ASSOCIATES.

COMMON FACILITIES:
GYMNASIUM, COMMUNITY HALL, GAME ROOM,
100% CAR PARKING & SUFFICIENT 2 WHEELER PARKING.

CENTRALLY LOCATED AT MAHANAGAR, LUCKNOW.
CONTACT NO. : 09415109522, 09415023694

شعر وادب

# کہنہ گلیمے، تازہ پیامے

نشور واحدی

ذکر اس کا ہے اور باچشم پرنم ☆ نازاں ہے جس پر تاریخ آدم
ایمانِ مطلق ارشاد محکم ☆ نور مجسم جانِ دوعالم

روحِ ہدایت احمدؐ بہ نامے
یثرب مقامے بطحا خرامے

ابھرا ہے جب سے ہستی کا تارا ☆ طوفاں بکف ہے عالم ہی سارا
بے سود کشتی چھوٹا کنارا ☆ ختم رسل کا بس ایک سہارا

ذات رفیقش خامے بہ عامے
کہنہ گلیمے تازہ پیامے

ہوتا نہیں گر فیض الستی ☆ دنیا اجڑ کر شاید نہ بستی
ظلِ نبی سے یہ نور ہستی ☆ جس نے مٹائی باطل پرستی

مہتاب دستے خورشید گامے
صحبش چہ صبحے شامش چہ شامے

نغمہ جنوں نے گایا نہیں تھا ☆ رمزِ نبوت پایا نہیں تھا
خلوت میں کوئی آیا نہیں تھا ☆ جلوہ تھا لیکن سایا نہیں تھا

صدیق اکبرؓ قائم مقامے
در دین احمدؐ اول امامے

خاموشیوں میں اعلانِ ایمان ☆ کوئے طلب میں سرو چراغاں
شمشیر عریاں تدبیر رخشاں ☆ تقویم عالم قیوم دوراں

فاروق اعظمؓ مرد عوامے
حرفے جدیدے نقشے دوامے

عثمانیت سے غم کوش رہنا ☆ صبر و رضا میں پرجوش رہنا
جس نے سکھایا ذی ہوش رہنا ☆ خنجر کے نیچے خاموش رہنا

خوں در گلوئے قرآں بہ کامے
محو کلام و خود لاکلامے

جسم علیؓ میں تھی جان کامل ☆ علم و عمل کی ایک شان کامل
ایمان کامل عرفان کامل ☆ نانِ جویں اور انسان کامل

جذبے عظیمے فکرے تمامے
طوبےٰ بہ جیب و کوثر بہ جامے

پھر شمع ایماں ضوپا رہی ہے ☆ بزم سیاست تھرا رہی ہے
تاریخ ماضی دہرا رہی ہے ☆ کعبے کی جانب خلق آرہی ہے

منزل بہ منزل گامے بہ گامے
عالم مسافر کعبہ مقامے





اداریہ

# عالمی فساد اور اہل ایمان کی ذمہ داری

شمس الحق ندوی

مسلمانوں کے زوال وپستی، ان کی اقتصادی اور معاشی زبوں حالی، اختلاف وانتشار اور کہیں کہیں ان کی مظلومیت اور افراتفری کی حالت پر مختلف انداز سے اظہار خیال کیا جارہا ہے، اور ان کو مشورے دیئے جارہے ہیں، ان کے زوال کے اسباب دوجوہ بیان کئے جارہے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ مسلمان اس لئے ذلیل ورسوا ہیں کہ ان کے اندر قیادت کا فقدان ہے اور کوئی کہتا ہے کہ قیادت کے لئے خودغرض ومفاد پرست لوگ آگے بڑھتے ہیں، اور وہ اپنی ہوشیاری وچرب زبانی نیز اشتعال انگیز تقریروں سے عوام کو غلط سمت کی طرف لے جاتے اور مسائل میں الجھاتے رہتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ لیڈر اپنی شاندار کوٹھیوں اور آرام دہ بنگلوں میں بیٹھ کر صرف زبانی قیادت کرتے ہیں، کسی طرح کا خطرہ مول لینا کچھ مشقت جھیلنا اپنے مفاد کو ادنیٰ درجہ کا نقصان پہونچا کر عوام سے ملنا جلنا اور سنجیدگی سے ان کو کوئی فکر وسوچ دینا اس کی ان کے اندر نہ صلاحیت ہے نہ جرأت۔ مسلمان ان کی بیان بازی سے نقصان اٹھارہے ہیں اور اشتعال میں آکر غلط اقدام کرتے ہیں، جوان کو زوال کی طرف لے جاتا ہے۔

کچھ بلکہ اکثر روشن خیال لوگ جو صرف خیالی دنیا ہی میں رہتے ہیں اور معمولی قربانی دینے کے لئے تیار نہیں اپنی ایک دن کی آمدنی یا گھنٹہ بھر کا آرام تک مسلمانوں کے لئے قربان کرنے کو تیار نہیں وہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال کا سبب علماء اور دیندار لوگ ہیں جوان کو ترقی کے میدانوں میں بڑھنے سے روکتے ہیں، اور اس کو دنیا داری کہہ کر مسلمانوں کی قوت عمل کو نقصان پہونچاتے ہیں (اس طرح کے لوگوں کو موجودہ اصطلاح میں بنیاد پرست کہا جاتا ہے) اور مسلمانوں کو زوال کی طرف لے جانے کے سب سے بڑے مجرم یہی لوگ قرار دیئے جاتے ہیں۔ غرض یہ کہ مسلمانوں کے زوال وانحطاط ذلت وپستی کے جتنے قلم اتنے اسباب، جتنی زبانیں اتنے آزار بیان کئے جاتے ہیں۔

حالانکہ واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے زوال کا ایک ہی سبب ہے اور وہ ہے دین سے دوری۔ مسلمان دین ہی کی طاقت سے ابھرے اور دنیا پر چھاگئے تھے اور اسی دینی طاقت کے گھٹنے اور کم ہونے ہی سے گرے اور گرتے چلے گئے، آج بھی وہ ترقی اسی وقت کریں گے جب کہ ادنیٰ اور اعلیٰ میں دینی روح اور اسپرٹ پیدا ہوگی۔ لیڈروں کا دین الگ اور عوام کا دین الگ نہیں ہے، یا یہ کہ دین نے لیڈروں اور قائدوں کو محض تقریر وتحریر کے منصب پر فائز کیا ہے اور عوام پر عمل کی ذمہ داری ڈالی ہے۔

حدیث شریف میں مسلمانوں کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے: ’’المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ‘‘ (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں) یعنی غیبت، بہتان تراشی، ناکردہ خطاؤں کو ان کے سرمنڈھنا، اپنے قیاس وگمان کو حقیقت کا جامہ پہنا کر اس کا ڈنکا پیٹنا زبان سے، مارنا ستانا، حق ہڑپ کرلینا، طرح طرح سے ایذا پہونچانا ہاتھ سے ایک مسلمان کا مسلمان کو۔

اب مسلمانوں کے ہر طبقہ کا ہر فرد سوچے بشمول قائدین قوم اور عوام کے کہ حدیث میں مسلمان کی یہ جو تعریف کی گئی ہے، کیا وہ اپنے کو اس معیار پر پاتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے: ’’المسلم أخو المسلم لايحقره ولايخذله ولا يسلمه ‘‘ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ اس کو حقیر نہیں سمجھتا، وہ اس کی مدد سے ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ وہ اس کو حالات کے حوالہ نہیں کردیتا اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ذلیل وکمتر نہیں سمجھتا، اور کسی بھی معاملہ میں مدد وتعاون کی ضرورت ہو تو تاحد امکان اس کی مدد میں کوتاہی نہیں کرتا۔

اور اس وقت صورتحال یہ ہے کہ اگر ایک بھائی خوش حال ہے اور دوسرا غریب، تو مالدار اس غریب بھائی سے اپنے تعلق برادرانہ کے اظہار میں شرم محسوس کرتا ہے۔ اگر دو مسلمان ایک حیثیت کے ہیں تو بربنائے حسد ہر ایک دوسرے کو نیچا دکھانا چاہتا ہے، اور اگر وہ کسی مشکل میں پڑ گیا تو یہ نہ صرف اس کی مدد سے ہاتھ اٹھالیتا ہے؛ بلکہ اس کا خواہشمند ہوتا ہے کہ یہ مصیبت اور بڑھے، غیروں کی دس جوتیاں بھی برداشت کرلے گا؛ لیکن اپنے بھائی کے ساتھ صبر وحلم اس کے لئے مشکل۔

اکرام مسلم اور حقوق مسلم مستقل ایک باب ہے اسلام کا؛ لیکن مسلمانوں کی زندگی میں یہ کتنا پایا جارہا ہے؟ ہمارے امراء اور بڑے بڑے تاجروں کے ہاں عقیقوں، شادیوں اور ولیموں میں جس فضول خرچی، نمائش وریاکاری کا مظاہرہ ہوتا ہے اور مستحقین وغرباء کو نظر انداز کردیا جاتا ہے، کیا اوپر مذکور دونوں حدیثوں سے کچھ دور کا بھی اس کا تعلق ہے؟! مسلمان کی اصل شان تو حیدرب اور شرک وبدعت سے برأت وبیزاری ہے؛ لیکن دیکھئے وہ کہاں کہاں سر جھکا رہا ہے، قبروں اور مزاروں سے بھی آگے نکل کر عہدہ ومنصب کے چکر میں دین اور مسلمانوں کے مسائل کو یکسر نظر انداز کر کے سیاسی مزاروں پر نہ صرف یہ کہ سر جھکا رہا ہے، بلکہ کبھی مسلم پرسنل لاء کی مخالفت میں بھی اس کو باک نہیں ہوتا کیا اس کی نحوست کا بھگتان مسلمانوں کو بھگتنا نہیں پڑے گا۔

مسلمانوں کو صرف ذکر وعبادت اور اخلاقیات ہی کی تعلیم نہیں دی گئی ہے؛ بلکہ جب خالق کائنات نے عالم کو عالم اسباب بنایا، تو توکل کی تعلیم ان اسباب کو اختیار کرنے کے بعد دی گئی ہے اور اہل حق علماء اس کی دعوت دیتے ہیں۔

زیادہ تفصیل کا موقع نہیں صرف ایک دو مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے، قرآن مجید میں رزق کے سلسلہ میں فرمایا گیا: ﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ [جمعہ/۱۰] (پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل در وزی تلاش کرو اور خدا کو بکثرت یاد کرو تا کہ نجات پاؤ)۔

ارکان اسلام میں ایک رکن زکوۃ بھی ہے کیا زکوۃ بغیر مال کے دی جائے گی جب زکوۃ فرض ہے تو مال کمانا منع ہوگا۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ کاروبار اور تجارت میں شرعی احکامات کی رعایت کی جائے اور کمانے کی نیت اچھی ہو۔ قوموں اور قبیلوں کی ہنگامہ خیز دنیا میں شر وفساد کو دبانے کے لئے قوت وطاقت کی بھی ضرورت ہے، اس کا بھی اسلام میں حکم ہے پھر کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ علماء اس سے روکتے ہیں۔

جب مسلمان من حیث القوم ان خطوط پر چلنے لگیں گے جو اسلام نے ان کو بتائے ہیں تو ان کے لیڈر وقائد بھی انہیں میں کے ایک فرد ہوں گے اور صحیح جذبۂ خدمت اور قومی وملی ضرورت کا احساس کر کے قیادت کے میدان میں آئیں گے، اور مخلصانہ قیادت کریں گے، ایثار وقربانی کے ساتھ قوم کو سنبھالا دینے کی فکر کریں گے۔ دن میں کوششیں اور کاوشیں کریں گے، رات کو اپنے رب سے مانگیں گے، روئیں گے اور گڑگڑائیں گے تب مسلمان کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔ ان کی ذلت وپستی کی بساط پلٹے گی اور شرف وعزت کی مسند سجے گی۔

اگر رات کو رونا اور گڑگڑانا خدا سے مانگنا ہاتھ پھیلانا ملائیت اور بنیاد پرستی ہے تو یہ وہی اسلام ہے جس کو نبی آخر الزماں لے کر آئے لیکن اگر اس کے علاوہ ہے تو مفاد پرستوں کا سیاسی اسلام ہے اور سیاسی اسلام عزت نہیں ذلت دیتا ہے۔ مسلمانوں کے زوال کے اسباب پر مضامین وتقریروں کے انبار تو لگائے جاتے ہیں مگر خود اپنے عمل کا جائزہ، اپنے ایمان واسلام کی فکر کوئی نہیں کرتا، گویا خود پر کوئی ذمہ داری نہیں، جب ہر مسلمان اور اس کا ہر خطیب وصاحب قلم، ہر لیڈر وقائد اسلامی احکامات کا مکلف دوسروں ہی کو سمجھے تو اسلام کہاں سے آئے گا؟ اور جب اسلام نہیں آتا تو پھر مسلمان قوم اور دوسری قوموں میں فرق ہی کیا رہ جاتا ہے اور پھر شکوہ کس بات کا؟ قرآن کریم نے بہت صاف اور واضح الفاظ میں فرمادیا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ﴾ [نساء/۱۳۶] (مومنو! خدا پر اور اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخر الزماں) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں، سب پر ایمان لاؤ)۔

کیا ایمان سے مراد صرف زبانی اقرار ہے اور عمل سے اس کا کوئی تعلق نہیں؟ پڑھیے آگے قرآن مجید کیا کہتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾ [بقرہ/۲۰۸] (مومنو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے پیچھے نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے)۔

اب ہم اپنا جائزہ لیں کہ ہماری زندگی کا کتنا حصہ اسلام کے مطابق ہے اور کتنا شیطان کے پیچھے چلنے میں لگ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت کا وعدہ تو اس پر ہے کہ مسلمان خدا کے دین پر عمل کریں گے تب وہ خدا کی مدد کے مستحق ہوں گے اور ان کو ثابت قدمی حاصل ہوگی اور پھر ان پر کوئی غالب نہیں آسکتا، فرمایا: ﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ﴾ [آل عمران/۱۶۰] (اگر خدا تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا)۔

مسلمانوں کو صرف مسجد یا خانقاہ میں پڑے رہنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، وہ زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کریں گے، تا کہ وہاں اسلامی اخلاق وکردار، ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت واحساس ذمہ داری، امانت ودیانت، انسانوں سے محبت، خدا کی مخلوق پر رحمت ورأفت کا مظاہرہ ہو...... (بقیہ صفحہ ۱۱ پر)





قند مکرر

# سب سے خطرناک بات

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

انسان کے لئے بیماری یا غلطی کوئی غیر فطری چیز نہیں ہے۔ صحت کا اعتدال سے ہٹ جانا اور بیماری کا شکار ہو جانا، اسی طرح غلط فہمی کا شکار ہونا یا کسی غلطی کا ارتکاب کرنا انسانی فطرت کے خلاف نہیں ہے؛ بلکہ یہ ایک طرح سے زندگی کی علامت ہے۔ پتھر غلطی نہیں کرسکتا، درخت غلطی نہیں کرسکتا، انسان غلطی کرتا ہے۔ اس لئے غلطی زیادہ پریشانی کی بات نہیں اور اس پر مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔

انسانوں کی ایک بڑی جماعت کا کسی غلط راستہ پر پڑ جانا، اپنی سفلی خواہشات اور پست درجہ کے مقاصد کی تکمیل کے پیچھے دیوانہ ہو جانا، تاریخ انسانی کے لئے بھی اور تقدیر انسانی کے لئے بھی شدید تشویش کی بات نہیں ہے۔

تشویش کی بات یہ ہے کہ بگڑے ہوئے حالات سے پنجہ آزمائی کرنے، فساد وانتشار پیدا کرنے والی طاقتوں سے آنکھ ملانے والے اپنی سہولتوں، عزتوں (بعض اوقات حکومت واقتدار) کو خطرہ میں ڈال کر میدان میں اترنے والے نایاب ہو جائیں، اصل تشویش کی بات یہ ہے۔

انسان بارہا ایسی بدنیت، فساد انگیز اور انتشار پسند طاقتوں، قیادتوں، سازشوں کے شکار ہو گئے ہیں اور ایسے نظر آنے لگا ہے کہ انسانیت سکرات کے عالم میں ہے وہ جلد دم توڑے گی۔

لیکن تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ ایسے ہر موقعہ پر کچھ ایسے افراد میدان میں آگئے جنہوں نے زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حالات کا مقابلہ کیا، ان غلط رہنمائیوں اور قیادتوں کے مدمقابل بن کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے جان کی بازی لگادی، انسانی تہذیب کا تسلسل جو ابھی تک قائم ہے، محض نسلی تسلسل نہیں بلکہ انسانی خصوصیات کا تسلسل جو ہر دور میں رہا ہے، انسانی احساسات وجذبات، اعلیٰ مقاصد، اخلاقی تعلیمات اور ان کی بقا وترقی کے لئے ہمت وجرأت اور قربانی کا جذبہ جو اس وقت تک چلا آرہا ہے، یہ درحقیقت انہیں لوگوں کا رہین منت ہے جو بگڑے ہوئے حالات میں میدان میں آئے اور انہوں نے زمانہ کے چیلنج کو مول لیا۔ اور ان بگڑے ہوئے حالات سے پنجہ آزمائی کی اور بعض اوقات زمانے کی کلائی موڑ دی، انہیں لوگوں کی بدولت انسانیت زندہ ہے۔

ہر زمانہ کے شاعر، ہر زمانہ کے ادیب اور ہر زمانہ کے اہل دل، زمانے کے بگاڑ کی باتیں کرتے چلے آتے ہیں؛ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے بعد بھی انسانی خوبیوں کا سرمایہ، انسانی احساسات وجذبات کی کارفرمائی اور نیک انسان موجود رہے۔ یہ اصل میں انہیں لوگوں کی جدوجہد کا نتیجہ ہے جو اس وقت مفادات سے آنکھیں بند کر کے میدان میں آگئے، انہوں نے اپنے لئے بھی، اپنے خاندان کے لئے بھی اور اپنی آئندہ نسلوں کے لئے بھی خطرہ مول لیا، زمانے کا رخ موڑ دیا اور انسانیت کی کھیتی ان کی کوششوں اور قربانی کے پانی سے ہری ہو گئی۔

انسانیت کی بقا کی حقیقی ضمانت وہ جری، دلیر، جاں باز، اور دردمند انسان ہیں جو زخمی دل، اشکبار آنکھیں اور سلگتے اور جلتے ہوئے دل ودماغ رکھتے ہیں، جو ناسازگار حالات کا سامنا کریں، چوٹ کو برداشت کریں اور تاریخ کے دھارے کو بدلنے کے لئے جان کی بازی لگادیں۔

جب کبھی جنس کی کمی نظر آتی ہے تو پورا سماج، پورا معاشرہ خطرہ میں پڑ جاتا ہے خواہ دیکھنے میں آپ کو فربہی (موٹا) نظر آئے جیسا کہ فربہ جسم کے اندر بیسیوں قسم کی بیماریاں پرورش پاتی ہیں؛ لیکن اس کی فربہی سب پر پردہ ڈالے رہتی ہے، دیکھنے والوں کو دھوکہ ہوتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ یہ انسان بہت تندرست ہے؛ لیکن حقیقت میں وہ بیماریوں کا مجموعہ ہوتا ہے۔

کسی سماج کے لئے سب سے بڑا خطرہ (خواہ وہ دنیا کا قدیم سماج ہو) یہ ہے کہ اس کے اندر ظلم کا مزاج پیدا ہو جائے پھر اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ اس ظلم کو ناپسند کرنے والے اس معاشرے میں انگلیوں پر بھی گنے نہ جاسکتے ہوں۔ دوربین تو دور بین خوردبین پر بھی ان کو نہ دیکھا جاسکتا ہو۔ پورے سماج میں چند درجن آدمی بھی ایسے نہ ہوں جو اس ظلم کو، اس سفاکی کو، اس قساوت اور سنگ دلی کو، کمزوروں پر دست درازی کو ناپسند کرتے ہوں اور اپنی ناپسندیدگی کا اعلان کرتے ہوں گھر بیٹھ کر نا پسند کرنے والے تو مل جائیں گے جو چار چھ آدمیوں کی موجودگی میں کہہ دیں کہ یہ ٹھیک نہیں ہو رہا ہے بڑے خطرہ کی علامت ہے۔ لیکن جو اپنی

ناپسندیدگی کا اعلان کریں اور اس کو لے کر میدان میں آجائیں۔ ایسے افراد کی جب کسی سماج معاشرہ میں کمی ہوتی ہے تو اس سماج، اس معاشرہ میں اور اس سوسائٹی کو کوئی طاقت نہیں بچا سکتی۔ جب کسی معاشرہ میں ظلم پھیلنے لگا ہو اور پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا جانے لگا ہو، جب ظلم کے لئے یہ معیار بن گیا ہو کہ ظالم کون ہے؟ ظالم کی قومیت کیا ہے؟ ظالم کا فرقہ کیا ہے؟ ظالم کس برادری سے تعلق رکھتا ہے؟ تو انسانیت کے لئے ایک عظیم خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

جب انسانیت کو اس طرح خانوں میں بانٹا جانے لگے اور ظالم کی بھی قومیت دیکھی جانے لگی، جب اس کا مذہب پوچھا جانے لگے، جب آدمی اخبار میں کسی فساد یا ظلم و زیادتی کی خبر دیکھے تو پہلے اس کی نگاہیں یہ تلاش کریں کہ کس فرقہ کی طرف سے یہ بات شروع ہوئی، اس میں نقصان کس کو پہنچا؟ جب ظلم کو ناپنے اور ظلم ہونے کا فیصلہ کرنے کا یہ پیمانہ بن جاتا ہے کہ وہ کس قوم، فرقہ، طبقہ و برادری سے تعلق رکھتا ہے تو اس وقت معاشرے کو کوئی طاقت، کوئی ذہانت، کوئی سرمایہ اور بڑے بڑے منصوبے بھی بچا نہیں سکتے۔

میں مذہب، انسانی تاریخ و فلسفہ اور اخلاق کا ایک طالب علم ہونے کے ناتے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں (اور مجھے اندیشہ ہے کہ شاید دوسرا شخص جس پر سیاسی طرز فکر غالب ہے، نہ کہے گا) کہ اس ملک کے لئے سب سے بڑا خطرہ اور آپ کی پہلی توجہ کا مستحق ظلم و تشدد کا رجحان انسانی جان و مال اور عزت و آبرو کی بے قیمتی ہے (خواہ اس کا تعلق کسی فرقہ سے ہو)۔

جس کا ظہور فرقہ وارانہ فسادات، طبقاتی اونچ نیچ کی بنا پر پورے خاندانوں اور محلوں کی صفائی، تھوڑے سے مالی فائدے کے لئے انسان کی جان لے لینا، سفاکانہ جرائم اور مظالم کی کثرت اور سب کے آخر میں (لیکن سب سے زیادہ شرم ناک حقیقت) مطلوب و متوقع جہیز نہ لانے پر نئی بیاہی دلہنوں کو جلا دینا، زہر دے کر مار دینا اور ان سے پیچھا چھڑانا ہے۔

جو لوگ مذہب پر یقین رکھتے ہیں، ان کے لئے تو یہ سمجھنا بہت آسان ہے کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا اور چلانے والا جو ماں سے زیادہ محبت کرنے والا اور مہربان ہے، اس عمل سے خوش نہیں ہو سکتا۔ اور اس کو زیادہ دن برداشت نہیں کرے گا اور اس کے نتیجے میں ہزاروں کوششوں اور قابلیتوں کے باوجود کوئی ملک پنپ نہیں سکتا اور وہ معاشرہ زیادہ دن باقی نہیں رہ سکتا۔

خدا کے وجود کے بعد جس حقیقت پر تمام مذاہب، فرقوں اور مکاتب خیال کا اتفاق ہے، وہ یہ ہے کہ ظلم خواہ کسی سے سرزد ہو، بڑا گناہ (مہاپاپ) اور ملکوں اور قوموں کے حق میں سم قاتل ہے اور اس کا نتیجہ دیر یا سویر نکل کر رہتا ہے اور اس کی موجودگی میں کوئی ملک یا قوم، (خواہ اس کے پاس کیسے ہی قدرتی وسائل، جنگی طاقت، عددی کثرت، شاندار تاریخ اور علم و ادب اور فلسفہ کے خزانے ہوں) پھل پھول نہیں سکتی۔

لیکن جو لوگ مذہب پر اعتقاد نہیں رکھتے، وہ اس تاریخی حقیقت سے واقف ہیں کہ اس سے کم درجہ کے ظلم اور سفاکی کی وجہ سے بڑی بڑی شہنشاہیاں اور وہ تہذیبیں، جن کا کسی زمانہ میں ڈنکا بجتا تھا اور آج بھی تاریخ و ادب کے صفحات پر ان کے روشن نقوش ہیں، زوال کا شکار ہو گئیں اور داستان پارینہ بن کر رہ گئیں۔

اس صورت حال کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ سیاسی مسائل اور انتخابی مہم سے زیادہ اس کے خلاف طوفانی مہم چلانے کی ضرورت ہے۔ سخت قوانین، عبرت ناک سزاؤں، ابلاغ عامہ کے ذرائع سے کام لینے اور انتظامیہ کو سخت سے سخت قدم اٹھانے کی ضرورت ہے، ورنہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

گاندھی جی اس حقیقت کو خوب سمجھتے تھے کہ فرقہ وارانہ منافرت تشدد اور جارحیت پہلے ملک کی آبادی کے دو اہم عنصروں (ہندو مسلم فرقوں) کے درمیان اپنا کام کرے گی، پھر یہی ذیلی مذہبی اختلافات، طبقات، اور برادریوں کی صف آرائی اور نسلی، لسانی، صوبائی، علاقائی تعصبات کی شکل میں ظاہر ہوگی اور جب یہ کام بھی ختم ہو جائے گا تو وہ آگ کی طرح (جب اس کو جلانے کے لئے ایندھن نہ ملے تو اپنے کو کھانے لگتی ہے) ملک کو اور امن پسند شہریوں کو اپنا لقمہ بنا لے گی اور یہ ملک تباہ ہو کر رہ جائے گا۔

انسانیت کے حال و مستقبل اور سارے تمدنی، معاشی، سیاسی حتیٰ کہ اخلاقی اور مذہبی مسائل کا انحصار اور تمام فلسفوں و افکار و نظریات کا دارومدار تمام تر اس پر ہے کہ انسان موجود اور محفوظ ہے، اس کو اپنی زندگی کی طرف سے اطمینان، انسان کی قدر و قیمت کا احساس اور اس کے تقدس پر غیر متزلزل عقیدہ ہے۔

اس عقیدہ نے کہ انسان ہی اس دنیا کی پیدائش کا مقصود اور اس کائنات کا سب سے بیش قیمت






وجود ہے اور اس کے اندر بہتر سے بہتر بننے کی صلاحیت موجود ہے، دنیا کے ذہین ترین، شریف ترین اور لائق ترین انسانوں کو انسانوں پر محنت صرف کرنے پر آمادہ کیا اور انہوں نے ان کی ذہنی صلاحیتوں اور ان کے ذہن و دماغ کے سوتوں کو چھیڑا اور وہ تمام اصلاحی، تعمیری، تخلیقی، علمی، ادبی، تمدنی اور روحانی شاہکار وجود میں آئے جن پر قدیم و جدید دنیا کو فخر ہے۔

تاریخ کے قدیم ترین دور سے لے کر ہمارے زمانہ تک جس چیز نے انسانیت کی شمع مسلسل طور پر روشن رکھی، وہ خدا کی یہ نعمت ہے کہ اچھے انسان، انسان سے مایوس نہیں ہوئے، انہوں نے اس کو ناقابل علاج مریض اور ناقابل اصلاح حیوان نہیں سمجھا، وہ کبھی اس کے وجود سے ایسے متنفر نہیں ہوئے کہ اس کی صورت دیکھنے تک کے روادار نہ ہوں، انہوں نے کبھی اس کے زندہ رہنے کے استحقاق کا انکار نہیں کیا۔

انسانیت کا چراغ بے تیل بتی کے جل سکتا ہے، وہ ہوا کے تیز جھونکوں اور طوفانوں کے تھپیڑوں میں روشن رہ سکتا ہے اور انسانیت کی تاریخ بتاتی ہے کہ ہمت والوں اور انسانیت کا درد رکھنے والوں نے برسوں بے تیل بتی کے انسانیت کا چراغ روشن رکھا، انہوں نے پیٹ پر پتھر باندھ کر اور مسلسل فاقہ کر کے جنگلوں اور بیابانوں، کڑاکے کے جاڑوں کی راتوں اور تپتی ہوئی دوپہریوں میں انسانیت کی خدمت کی۔ ان میں سے کوئی چیز ان کی ہمت توڑنے اور ان کو ان کے مقدس کام سے روکنے کے لئے کافی نہ تھی۔ ان کی نہ ختم ہونے والی قوت کے مقابلہ کا راز اور کی حیرت انگیز قوت عمل کی بنیاد یہ تھی کہ وہ انسان کو دست قدرت کا شاہکار Master piece سمجھتے تھے۔

ان کو انسان کی فطرت سلیم پر یقین و اعتماد تھا۔ ان کو یقین تھا کہ انسان کے لئے برائی عارضی اور بھلائی اصلی اور فطری ہے۔ ان کو یقین تھا کہ انسان پر جو محنت کریں گے وہ کبھی نہ کبھی رنگ لائے گی۔ ان کے عقیدہ میں اس باغ کی ہر کلی کو کھلنا اور حسین بننا چاہیے۔

عالم انسانی میں کوئی چیز اس سے زیادہ خطرناک اور تشویش انگیز نہیں کہ انسان انسان سے ناامید ہو جائے اور اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ وہ اس نفرت اور یاس کے جنون میں بے زبان عورتوں اور معصوم بچوں پر دست درازی کرے اور غنچوں کو کھلنے اور مسکرانے سے پہلے ہی مسل کر رکھ دے۔

تعلیم و تربیت ہو یا اصلاح و ترقی، معاشی خوشحالی ہو یا سیاسی استحکام، یہ نشیمن جس شاخ پر قائم ہے اور ہمیشہ جس شاخ پر قائم رہے گا، وہ انسانی زندگی کے تحفظ اور امن و امان کی فضا ہے، اس لئے نشیمن کو سجانے اور بنانے کے منصوبوں اور اس کی ترتیب و تنظیم کی بحثوں سے پہلے اس شاخ کی حفاظت کی ضرورت ہے۔

آخر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سینکڑوں اور ہزاروں برس کی سوئی ہوئی بلکہ مری ہوئی تاریخ کو دوبارہ جگانا اور زندہ کرنا، جو تبدیلیاں صدیوں پہلے (اچھی یا بری) ہوئیں اور ان کو اس ملک کے فراخ دل اور غیرت مند شہریوں نے صدیوں گوارہ کیا، ان کے سفر کو پہلے قدم سے شروع کرنا اور ان کی تلافی کی کوشش اس ملک کو ان نئے مسائل و مشکلات سے دوچار کرے گی، جن کا مقابلہ کرنے کی اس ملک کو نہ فرصت ہے نہ ضرورت۔

اور اس طرح حکومت، انتظامیہ، اور دانشور طبقہ کی توانائی (Energy) بے محل صرف ہوگی، یہ محض اصول پسندی کا تقاضا نہیں ہے، دوربیں، حقیقت پسند اور گہری سیاست کا بھی تقاضا ہے۔

کوئی کام شدید جدوجہد، خطرات اور قربانیوں کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ قوم کی صحیح تعمیر اور انسانیت کا احترام اور باہمی اعتماد و محبت پیدا کرنے کے لئے ہم کو ایک مجنونانہ اور سرفروشانہ جدوجہد کی ضرورت ہے۔

ہندوستان تاریخ کے ایک نازک موڑ اور فیصلہ کن دوراہے پر کھڑا ہے، ایک راستہ ہمیشہ کی تباہی، نہ مٹنے والے انتشار اور نہ ختم ہونے والے زوال کی طرف لے جاتا ہے۔ ایک راستہ ہمیشہ کے امن و امان، اتحاد و یکجہتی کی طرف لے جاتا ہے۔

ہر ایسے موڑ پر کچھ ایسے لوگ سامنے آجاتے ہیں جو تاریخ کا رخ موڑ دیتے ہیں اور واقعات کا دھارا بدل دیتے ہیں۔ ان کی دلیری، ان کی صاف گوئی اور ان کی جانبازی پورے پورے ملک اور قوم کو بچا لے جاتی ہے یہی لوگ ملک کے معمار ہوتے ہیں، اردو کے کسی پرانے شاعر نے صحیح کہا ہے ؎

اولوالعزمان دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر پاٹتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

☆☆☆☆☆

زبان و قلم

# اسلامی ادب میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت اور اس کے اصول واقدار

## (خطبۂ صدارت برائے سیمینار رابطہ ادب اسلامی، بھٹکل)

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، وعلى اله وصحبه أجمعين. أمابعد۔

حضرات! رابطہ ادب اسلامی (عالمی) کے شعبۂ برصغیر کی طرف سے یہ سیمینار وقت کے ایک اہم موضوع "اسلامی ادب میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت اور اس کے اسلامی اصول واقدار" پر منعقد کیا جارہا ہے، ابلاغ پر سیمینار منعقد کرنے کی ضرورت واہمیت کی طرف رابطہ عالم اسلامی کے عالمی صدر دفتر کی طرف سے بھی گذشتہ سال توجہ دلائی گئی تھی، چنانچہ متعدد علاقائی سیمینار اس موضوع پر ملک کی کئی جگہوں پر منعقد کئے گئے، لیکن برصغیر کی وسیع سطح پر سیمینار منعقد کرنے کی ضرورت باقی تھی جو یہاں بھٹکل میں رکھا گیا، وہ الحمد للہ منعقد کیا جارہا ہے۔

حضرات! ابلاغ یعنی لوگوں کو ان کی ضرورت وفائدہ سے تعلق رکھنے والی معلومات سے باخبر کرنے کا عمل دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک ابلاغ کا مضمون یعنی وہ حالات اور معلومات جن سے ان کو باخبر کرنا ہے اور دوسرے اس کے ذرائع کہ کن وسائل اور طریقوں سے مطلع کیا جائے۔

ان دونوں پہلوؤں میں سے ابلاغ کے مضمون کے پہلو کا جہاں تک اسلامی نقطہ نظر ہے تو اس کی وضاحت وہدایت ہم کو قرآن کریم و حدیث شریف میں بیان کردہ حالات ومعلومات کی کئی مثالوں سے ملتی ہے، ان سے ہم اچھی روشنی حاصل کرسکتے ہیں، اور پھر اسلام کے عہد اول میں اس کو جس طرح سمجھا گیا اور عمل میں لایا گیا ہم اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اس سلسلہ میں ہم کو بہر حال اس کا لحاظ رکھنا ہے کہ سارا عمل قرآن وحدیث سے حاصل کردہ نقطہ نظر کے مطابق ہونا چاہئے، یہ بات ابلاغ میں پیش کئے جانے والے مضمون کے سلسلہ کی ہے، اور جہاں تک اس کے ذرائع وطریقہ کار کا تعلق ہے تو وہ ترقی یافتہ اور کارگر وسائل جو ترقی وتحقیقات کے ذریعہ حاصل ہورہے ہیں، ان سے ہمیں خیر پسندانہ جذبہ کے مطابق فائدہ اٹھانا ہے، تاکہ ہمارے کام کی فعالیت مناسب طریقہ سے عمل میں آسکے، عہد اول میں ابلاغ کے ذرائع عموماً محدود دائرہ میں تھے پھر وہ بتدریج وسیع اور ترقی یافتہ ہوتے گئے اور اب تو ان میں تنوع و اثر انگیزی زیادہ سے زیادہ پیدا ہوچکی ہے۔

ابلاغ کا عمل دراصل انسانی زندگی کے لیے خیر پسندی رکھنے والے نمونوں سے واقف کرانا ہوتا ہے، تاکہ زندگی کو بہتر بنانے اور غلط راہوں سے بچانے اور اچھے نمونوں کے اختیار کرنے کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی جاسکے، اس میں اسی کے ساتھ ساتھ زندگی کی الجھنوں میں تسکین کا سامان مہیا کرنا بھی ہوتا ہے، لیکن انسان بعض وقت تسکین مہیا کرنے کے سلسلہ میں اپنی خواہش نفس کی تکمیل کو ہی مقصد بنا کر غیر اخلاقی انداز اختیار کرلیتا ہے، اس سے واقفیت حاصل کرنے والوں کو تسکین تو حاصل ہوتی ہے، لیکن اس کی افادیت تعمیری لحاظ سے منفی بلکہ مضر ہوجاتی ہے، جیسا کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بہت زیادہ پیش آنے لگا ہے، لہذا ضرورت ہے کہ صحیح اور تعمیری لحاظ سے ابلاغ کا عمل اختیار کرنے کے لیے ہم اولاً قرآن مجید اور حدیث شریف کی طرف رجوع کریں، گذشتہ قوموں اور ان میں مبعوث ہونے والے انبیاء علیہم السلام کے واقعات قرآن مجید میں جس طرح بیان کئے گئے ہیں وہ ابلاغ کے اعلیٰ مقصد کو پورا کرنے کے لیے بہترین رہنمائی کا سامان رکھتے ہیں، مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ جس میں انسان کے تخریبی جذبات کی عکاسی ان کے بھائیوں کے عمل کے تذکرے میں ملتی ہے، پھر زندگی کی مشقتوں کے درمیان سے صبر واحتیاط کے راستے سے گذرنے اور اپنے دامن عصمت وعفت کو محفوظ رکھنے اور مشکلات کا مقابلہ کرنے کی غیر معمولی اور اعلیٰ مثال خود ان کے حالات زندگی میں ملتی ہے، انہوں نے قید وبند میں ہونے کی حالت میں اپنے وقار اور سمجھ داری کے ذریعہ بادشاہ وقت کا حسن ظن کس خوبی سے حاصل کیا حتی کہ بادشاہ کے اعلیٰ مشیر کار کا منصب حاصل کرلیا، اور اپنی اس کامیابی کی وجہ کو خود انہوں نے اپنے مالک رب العالمین کا شکر ادا کرتے ہوئے اس طرح ظاہر کیا ہے: ﴿إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ (جو احتیاط کی زندگی اختیار کرے اور صبر وبرداشت سے کام لے تو اللہ تعالیٰ ایسے اچھے طریقے والے کے اجر کو ضائع نہیں کرتا)۔ اور ان کو جو حالات پیش آئے، ان میں انہوں نے یہی طریقہ کار اختیار کیا، حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کا یہ سب بیان قرآن مجید میں خود رسول اللہ ﷺ کی تسکین وتقویت کے لئے اور سارے اہل ایمان کو بطریق احسن کامیابی حاصل کرنے کا راستہ دکھانے کے لئے بیان کیا گیا ہے۔





حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ مثال انفرادی دائرے سے تعلق رکھنے والی مثال ہے، اسی کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی کے حالات سے بھی ایک گونہ تعلق ہے، اور وہ اس طرح کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب بلاوجہ مطعون کیا گیا اور پھر اجتماعی سطح پر بھی ان کو گرانے کی کوشش کی گئی، تو انہوں نے اس کے جواب میں اپنے پروردگار سے دعا کا ذریعہ اختیار کرتے ہوئے حالات پر صبر کیا، اور جو رنج وتکلیف پیش آئی اس کو برداشت کیا حتی کے سرخروئی اور کامیابی حاصل ہوئی۔

اس سلسلہ میں اجتماعی دائرے کی اہم مثال قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کے بیان میں ملتی ہے، جب کہ صورتحال یہ تھی ملک کا ڈکٹیٹر جو اپنے ملک کی اکثریتی آبادی کا حاکم تھا پورے ڈکٹیٹری شان سے اقلیتی سطح کی رعایا کے ساتھ پورے ظلم وجبر سے پیش آرہا تھا، اور اقلیتی رعیت ظلم جھیل رہی تھی اور کچھ کر نہیں سکتی تھی، اور خطرات بڑھتے جارہے تھے، لیکن اسی اقلیتی رعیت کے ایک بچہ کو قدرت کی طرف سے ڈکٹیٹر کے گھر میں پہونچا دیا گیا، اور وہ اس کو غیر اہم سمجھ کر پروان چڑھنے دیتا رہا، اور وہ جب بڑا ہوا تو اس کی جرأت وہمت کا واقعہ دیکھ کر اس کے خلاف سخت کارروائی کا موقع آیا، اور وہ نوجوان اپنی جان بچانے کے لیے اس مملکت کے حدود سے باہر چلا گیا، اور ایک اجنبی ماحول میں پردیسی اور بے سہارا حیثیت سے اپنے مستقبل کو سوچنے لگا، اور قدرت کی رحمت وکرم کا منتظر ہوکر آگے بڑھتا رہا، پھر حالات مساعد ہوتے چلے گئے، وہ بڑا ہوکر مضبوط اور ہنر مند انسان بن کر لوٹا تو قدرت کی طرف سے اس کو پیغمبر و مصلح بنا کر اس ڈکٹیٹر کے پاس بھیجا گیا، اور پھر اس ڈکٹیٹر سے اس کے جو مکالے ہوئے جس میں وہ اس ڈکٹیٹر کو ایسا لاجواب کردیتا تھا کہ وہ پیچ وتاب کھا کر رہ جاتا، لیکن ان کے نبوت سے حاصل شدہ رعب وحکمت اور دانائی کے سامنے حیران ہوکر اپنے کو بے بس محسوس کرتا لیکن ان کا کچھ بگاڑ نہ سکا، وہ نبوت پر فائز شخصیت یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اس ڈکٹیٹر یعنی فرعون مصر کو برابر سمجھاتے اور ظلم سے منع کرتے اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے، برسوں گذرے اور ڈکٹیٹر نے اپنی اصلاح نہ کی، پیغمبر اور ان کی قوم نے برابر صبر سے کام لیا، بالآخر قدرت کی طرف سے قدرتی سزا دی گئی، ڈکٹیٹر اپنے غرور وتکبر کے جوش میں سمندر میں گھس گیا، اور اس طرح مع اپنی فوج کے تباہ ہوگیا اور اقلیت کو گلو خلاصی بلکہ جانشینی ملی، یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ تھا، جو قرآن مجید میں دونوں کی زندگی کے مختلف اچھے پہلوؤں کو پیش کرتے ہوئے بیان کیا، تاکہ مسلم اقلیت جو مکہ کے ظالم لوگوں کی اکثریت کے درمیان ظلم سہہ رہی تھی اس کو تسکین حاصل ہو کہ کسی کے ڈکٹیٹر بن جانے پر یہ ضروری نہیں کہ وہ جو چاہے کر ڈالے، ظالم کو بالآخر سزا ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان بالآخر نقصان اٹھاتا ہے قرآن مجید میں یہ حالات اس طرح بیان کئے گئے کہ ان سے انسانی نفسیاتی احوال کا بھی پتہ چلتا ہے اور مشکلات کا حل بھی سامنے آتا ہے۔

قرآن مجید میں مختلف قوموں کے انسانی کردار کے اس طرح کے مختلف اور متنوع حالات کو بیان کیا گیا ہے کہ جن سے انسان کو اپنی زندگی کی مشکلات میں رہنمائی ملے، اور انسانی زندگی کے حالات سے نمٹنے میں مدد ملے، اس لئے کہ انسان اپنی زندگی کو دوسرے انسانوں کی زندگیوں کی مثالوں سے سنوارتا اور بناتا ہے، اور اچھے برے کے فرق کو پہچاننے میں مدد لیتا ہے، ایسی مثالوں کو ان سے واقف کار لوگ دوسروں کے علم واستفادہ کے لیے بیان کرتے ہیں اس طرح وہ مفید ابلاغ کا کام انجام دیتے ہیں، قرآن مجید میں اس طرح کے حالات اور ان کے اثرات کو سمجھایا گیا ہے ان سے مفید مثالیں حاصل کی جاسکتی ہیں، جن میں انفرادی سطح کی قابل استفادہ نفسیاتی باتیں جگہ جگہ بتائی گئیں، جن سے انسان کے اہل فکر طبقے کے استفادہ کا بڑا سامان ہے، برے حال سے بچنے کی تلقین ہوتی ہے، مثلاً سورہ تکاثر میں انسانی حال یہ بیان کیا گیا ہے کہ انسانوں پر مال بڑھانے کا شوق اکثر اتنا بڑھ جاتا ہے کہ وہ اپنی تمام مصلحتوں کو چھوڑ کر اسی میں مستغرق ہوجاتا ہے اور پھر اس کا نتیجہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر جب دوسری زندگی میں داخل ہوتا ہے تو خالی ہاتھ داخل ہوتا ہے، جہاں اس کا مال کتنا بھی زیادہ رہا ہو کام نہیں آتا، جرمنی کے ایک مستشرق نے بھی سورہ تکاثر کے حوالہ سے اپنا ایک موثر مشاہدہ لکھا ہے۔

اسی طرح سورہ مطففین میں انسان کی اس زیادتی اور ناانصافی کا تذکرہ ملتا ہے کہ مال کی محبت میں تاجر شخص ناپ تول میں بے انصافی سے کام لیتا ہے، اس طرح اور بھی مفید اشارے اور تلقین کی باتیں ملتی ہیں اس طرح انسانی زندگی میں پیش آئے ہوئے نفسیاتی پہلوؤں کا بیان ہم کو قرآن مجید میں جگہ جگہ ملتا ہے، ان میں اس کی طرف اس طرح توجہ دلائی گئی ہے کہ انسان ان کی روشنی میں اپنی زندگی کے لئے سبق حاصل کرے، ان کو انسانی معاشرہ میں پیش آنے والے واقعات اور قوموں کے سبق آموز حالات کے تعلق سے اور انبیاء کی دعوتی کوششوں کے سلسلہ میں قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے، یہ مثالیں ہم کو ابلاغ کے موضوع کے سلسلہ میں بڑی روشنی اور رہنمائی دیتی ہیں، اور سب ابلاغ کی تعمیری مفید اور مقصد کو پورا کرنے کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔

اسی طرح حدیث شریف میں بھی متعدد واقعات بیان کئے گئے ہیں، جن میں انسانی زندگی کے نشیب وفراز اور اچھے اور برے حالات سے سابقہ پڑنے پر ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے رہنمائی ملتی ہے، مثلاً ان تین آدمیوں کا واقعہ جو پہاڑ کے ایک غار میں پھنس گئے تھے، اور انہوں نے اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہوئے اپنے مختلف نیک کاموں کا تذکرہ کیا، اس کا حدیث شریف میں وضاحت سے ذکر ہے، اسی طرح پیاسے کتے کو پانی پلا دینے کا واقعہ اور بلی کو کمرہ میں بند کر دینے سے اس کی موت کا واقعہ ملتا ہے۔

حضرات! قرآن کریم اور حدیث شریف میں بیان کردہ حالات اور واقعات اس بات کی مثال پیش کرتے ہیں کہ انسان کو اپنی زندگی سنوارنے اور تعمیری مقصد کو پورا کرنے کے لیے دوسروں کے ایسے حالات اور واقعات کو جاننے کی ضرورت ہوتی ہے، جن سے وہ اپنے مقامی ماحول سے حاصل کردہ مفید معلومات میں اضافہ کرے جو ان کو دوسروں کے حالات سے واقف کرانے سے حاصل ہوتے ہیں، اس طرح ابلاغ کے عمل کا اجراء ہوتا ہے، قرآن کریم اور حدیث شریف نے جہاں معلومات کے فراہم کرانے میں انسانوں کی اصلاح اور دنیا وآخرت میں ان کو فائدہ پہونچانے کو سامنے رکھا ہے، اور اسی طرح ابلاغ کے کام کرنے والوں کے سامنے اعلیٰ مثال پیش کی ہے، اسی طرح ابلاغ کے کام میں مضر اور انسانیت سوز اور اخلاق باختہ حالات کو پیش کرنے سے سخت منع کیا ہے، قرآن مجید میں ان لوگوں کی شدید مذمت کی گئی ہے جو فسق وفجور کو بڑھاوا دینے والے حالات کو پیش کرتے ہیں: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ﴾ اور اہل ایمان کو ایک دوسری آیت میں تلقین بھی کی گئی ہے کہ: ﴿یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ﴾ ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ ذرائع ابلاغ ان فسق وفجور کو خوب بڑھاوا دے رہے ہیں، غیر مصدقہ خبروں کی ترویج بھی کرتے ہیں، ضرورت ہے کہ اہل ایمان اس کی فکر کریں کہ ابلاغ کا کام ان خرابیوں سے محفوظ کیا جائے۔

حضرات! اسلام میں ابلاغ کا عمل صرف سنجیدہ اور خشک مقصد کے لیے نہیں بلکہ زندگی میں ابھرنے والے حالات سے واقفیت حاصل کرنے اور ان سے تسکین حاصل کرنے کے لیے بھی ہے، جس کا قدرتی طور پر انسان کو حق ہے، اس کی بھی حدیث شریف میں مثال ملتی ہے، کہ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو ام زرع اور ابو زرع کے عنوان سے بیوی شوہر کے تعلقات کے تفریحی اثر رکھنے والے واقعہ کو سنایا، اور اس میں افادیت اور خیر کا نتیجہ ظاہر فرمایا، اس طرح کہ اسلام میں ابلاغ کا عمل صرف خشک اور بوجھ ڈالنے والا نہیں قرار دیا گیا ہے، بلکہ اس میں پسندیدگی اور تفریح کا صالح اور نیک عنصر بھی شامل رکھنے کی اجازت دی گئی ہے، اور اس کی مثال بھی حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی ملتی ہے، آپ اپنے اصحاب سے وہ باتیں بھی سنتے تھے جن میں تفریح طبع بھی ہوتی تھی، اور ان کی پسندیدگی اور خوش دلی میں شرکت ہوتے تھے۔ قرآن وحدیث کی مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں نے اپنی تعلیمی ترقی کے دور میں ابلاغ کے مقصد کے لئے بڑا کام کیا۔

شروع زمانہ میں جب ابلاغ کا ذریعہ زبانی تھا جو زبانی سے تحریری میں منتقل ہوا، پھر ابلاغ کا یہ عمل مرحلہ وار آہستہ آہستہ ترقی کی راہوں سے گذرنے لگا، مسلمانوں کے علمی وادبی فروغ کے عہد میں مستقل کتابیں لکھی گئیں، جو ابلاغ کے مقصد کے مفید اور دل پسند انداز کو پورا کرتی تھیں اور آج تک ان سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے، جیسے جاحظ کی بعض کتابیں اور دمیری کی کتاب، لیکن یہ عموماً اس دور میں ہوا جب طباعت کا مرحلہ شروع نہیں ہوا تھا، طباعت کے مرحلہ کے شروع ہونے پر ابلاغ کے کام پر غلبہ یورپ کے لوگوں کا ہو گیا، جن پر انسان کی خواہش نفس کو پورا کرنے اور تجارتی فائدہ کے بڑھانے کا شوق غالب تھا اور ان کے اہل سیاست پر اپنی سیاسی مفادات کے فروغ کا غلبہ تھا، اس طرح ابلاغ کا عمل تخریبی راہوں پر چلنے لگا، لاسلکی ذریعہ وجود میں آنے پر لاسلکی نے اس کو بہت وسیع اور عوامی بنا دیا، اور تحریری ذریعے سے جو وسعت آئی تھی وہ سماعتی اور بصری ذریعے سے مزید متنوع اور مؤثر و چھا جانے والا ذریعہ بن گیا، لیکن جیسا کہ اوپر تذکرہ کیا گیا کہ یورپ نے ابلاغ کے مقصد کو خود غرضانہ اور نفع اندوزی اور بداخلاقی کی ترویج کے راستہ پر ڈال دیا اور اس مفید عمل کو انسان کے اعلیٰ مقاصد میں محدود رکھنے سے پہلوتہی کرتے ہوئے اس کو انسانی خواہش نفس کے حصول کے لیے اور اپنے خودغرضانہ مقاصد کے حصول کے مقصد کے حوالہ کر دیا، جس سے انسان کے اخلاق وکردار کی بہتری کے مقصد کے بجائے لذت پسندی اور تفریح کے وسیع دائرہ میں استعمال ہونے لگا، چنانچہ آج کی اخباری صحافت اور بصری وسمعی ذرائع نے انسان کو غلط راہوں اور تخریبی حالات سے واقف کرانے کو گویا مقصد بنا لیا ہے، جس کے اثر سے انسان اخلاقی لحاظ سے جانور بنتا جا رہا ہے، ہم کو اسلامی تعلیمات کی رُو سے نہ صرف یہ کہ ابلاغ کے ذرائع کو نیک مقاصد کے لیے اختیار کرنا ہے بلکہ دوسروں کو بھی توجہ دلانا ہے کہ ایسے کامیاب اور اثر انگیز ذرائع حاصل ہو جانے پر ہم ابلاغ کو زیادہ سے زیادہ بہتر کردار سازی کے لیے اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائیں، ہمیں امید ہے کہ اس سیمینار میں جو شرکاء ومندوبین شرکت کر رہے ہیں، وہ ابلاغ کی اہمیت اور اس میں اسلام کی رہنمائی اور اسلامی نقطہ نظر اور اس کے مطابق مقصد کو بہتر سے بہتر ذرائع اختیار کر کے اس کے کامیاب اور اچھے نتائج پر روشنی ڈالیں گے، اور یہ ہمارے رابطہ ادب اسلامی کے نیک مقاصد کے لیے صحیح رہنمائی کا ذریعہ بنیں گے، ہم شرکاء سیمینار کو خوش آمدید کہتے ہیں، اور اس سیمینار کے میزبانوں کو جن میں سرفہرست جامعہ اسلامیہ بھٹکل کے اصحاب ہیں، اور خاص طور پر عزیز گرامی قدر مولوی محمد الیاس ندوی بھٹکلی ہیں، جو رابطہ ادب اسلامی کی بھٹکل شاخ کے ذمہ دار بھی ہیں، اور یہاں کی مؤقر اکیڈمی جو مولانا ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی کے نام سے موسوم ہے جس کے قیام میں ان کا بنیادی حصہ ہے اور اس کے سکریٹری جنرل بھی ہیں، تعلیم کے اسلامی نقطہ نظر کی حامل کوششوں کے سلسلے میں برسوں سے مفید ترین کام انجام دے رہے ہیں، اور اب ایک اوپن اسلامک یونیورسٹی کا آغاز بھی کرنے جا رہے ہیں، ان کے لیے خاص طور پر اپنی تحسین اور قدردانی کا اظہار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مفید بنائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

(بقیہ اداریہ)......لوگ دیکھیں اور سبق لیں کہ مسلمان ڈاکٹر ایسا ہوتا ہے، مسلمان سپاہی ایسا ہوتا ہے، مسلمان تاجر ایسا ہوتا ہے، مسلمان مزدور ایسا ہوتا ہے، مسلمانوں کے ہر طبقہ اور ہر صلاحیت کے آدمی کو جو ذمہ داری دی جاتی ہے وہ اس کا پورا حق ادا کرتا ہے۔

جب مسلمانوں کی زندگی یہ ہوگی تو وہ سر پر بٹھائے جائیں گے، بلکہ ظلم وجور کی ماری دنیا انہیں سے کہے گی لو اب تمہیں کاروبار حکومت کو بھی سنبھالو تا کہ خدا کی مخلوق کو چین نصیب ہو، خدا کی دھرتی پر ظلم وناانصافیوں کا دروازہ بند ہو۔

اسلام پوری انسانیت کے لئے دین رحمت بن کر آیا ہے۔ اسلام لے کر آنے والے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین (پوری دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے) وہ کسی خاص قوم اور خاص ملک کے لئے رحمت بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں وہ پوری انسانیت بلکہ پوری خلق خدا کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے، ہیں۔ لہذا اب یہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ دنیا کی دوسری قوموں کو اسلام سے متعارف کرائیں اور بتائیں کہ اس وقت کی دکھی انسانیت کے لئے اگر کوئی راہ نجات ہے تو وہ اسلام ہے۔ جو انسانوں کو انسانوں سے پیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور زندگی کے وہ ضابطے اور اصول بتاتا ہے، جس کو اپنا کر ہی آج کی دکھی انسانیت کو سکون مل سکتا ہے۔

لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان اپنے زوال وپستی کا ماتم کرنے کے بجائے اپنے صحیح مقام کو پہچانیں اور دنیا کے سامنے عملی میدان میں اسلام کی صحیح اور سچی تصویر پیش کریں جس کو دیکھ کر قومیں اسلام کو گلے سے لگائیں۔ اور قتل وغارت گری کے طوفان سے نکل کر پیار ومحبت کے شامیانے کے سائے میں آجائیں اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب مسلمان بہ زبان حال یہ کہیں کہ ع

مرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

☆☆☆☆☆

اسرار و مصالح

# بدی کے وجود کی علت و حکمت

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ

سائنس اور میڈیکل سائنس دونوں کے گریجویٹ، ایک نوجوان عزیز کا مکتوب ذیل مدت ہوئی موصول ہوا تھا:

"دنیا میں بدی کے وجود کی علت کیا ہے؟ اس کے قطعاً نامحبوب ہونے میں تو کسی کو کلام ہو نہیں سکتا کلام الٰہی میں مسلسل اس سے بچنے کی تاکید ہے اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے ہر شئے کا وجود اسی مختار کل کے علم و مرضی سے ہے، جب بدی کا وجود بھی اسی کے علم و مرضی سے ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے پیدا کرنے میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے؟ ایسی ایمان شکن چیز خود ہی پیدا کی تو پھر اس میں مبتلا ہونے پر ہم کیوں موردِ الزام ٹھہریں۔ مذہبی نقطۂ نظر سے ہیچ سوالات کا حل یہی ہوتا ہے کہ خدا کی باتیں خدا ہی جانے اور عقلاً ذات باری کے اسرار و مصالح سمجھنے پر اکبر مرحوم یہ یاس انگیز سبق دیتے ہیں۔

جو سمجھ میں آگیا پھر وہ خدا کیونکر ہوا
ذہن میں جو گھر گیا، لاانتہا کیونکر ہوا

ہر چند کہ یہ مضمون پامال ہے لیکن مسکّن جواب کے لئے فطرت انسانی ہنوز تشنہ ہے، امید ہے کہ آپ "سچ" میں اس کا جواب مذہبی نقطۂ نظر سے بھی دیں گے اور عقلی دلائل سے بھی ثابت فرمائیں گے"۔

☆ مکتوب کو موصول ہوئے مدتیں گزر گئیں، ہفتے مہینوں میں تبدیل ہوتے رہے اور مہینوں سے ہوتے ہوئے برسوں کی نوبت آگئی، سب سے پہلے عزیز موصوف سے ان کے اس صبر آزما زحمت انتظار پر معذرت کرنی ہے، امید ہے کہ وہ معاف فرمائیں گے۔

مکتوب کے پہلے فقرہ میں لفظ "علت" آیا ہے؛ لیکن یہ یقینی ہے کہ "علت" سے مراد مصلحت، غایت یا حکمت رکھی گئی ہے جیسا کہ آگے چل کر مکتوب ہی میں لفظ "مصلحت" صراحۃً درج ہے، بدی کی علت فاعلی تو کوئی پوچھنے والی چیز نہیں ذہن میں سوال یقیناً یہ پیدا ہوا ہوگا کہ قادر مطلق نے بدی آخر پیدا ہی کیوں کی؟ اب ایک شئے سے تمام تر روکنا ہی مقصود تھا تو اسے سرے سے پیدا ہی کیوں کیا گیا؟ آئندہ جو کچھ گفتگو ہوگی وہ سوال کے اسی مفہوم کو پیش نظر رکھ کر ہوگی۔

اشکال جو پیش کیا گیا ہے، نیا نہیں ہے، خدا معلوم اب تک کتنوں کو پیش آچکا ہے اور آج سے پیشتر خدا معلوم کتنے قلم اس کے سلجھانے پر اٹھ چکے ہیں، مراسلہ نگار مستحق شکریہ ہیں کہ انگریزی خواں نوجوانوں کی ایک بڑی جماعت کی ترجمانی کرکے انہوں نے مسئلہ کی توضیح کے لئے نیا موقع بہم پہنچادیا؛ لیکن کسی کے محض شیوع عام کی بنا پر یہ لازم نہیں آتا کہ اس سوال کی تشنگی فطری بھی ہے، غیر طبعی فضا اگر کسی مرض کو عام و عالمگیر بنادے تو یہ نہ ہوگا کہ مرض کو مرض کے بجائے صحت کہنے لگیں، مرض مرض ہی رہے گا خواہ مریضوں کی تعداد کتنی ہی زیادہ ہوجائے، بے غوری اکثر ذہن کے سامنے "رائی" کا "پہاڑ" بنا کر کھڑا کردیتی ہے اور التفات تام کے فقدان کے باعث بارہا یہ ہوتا رہتا ہے کہ جو مسئلے گھنٹوں اور منٹوں میں طے ہوجانے کے ہیں، ان کے سلجھانے کیلئے حسن نیت کے باوجود ہفتوں اور مہینوں کی مدت بھی کافی نہیں ہوتی۔

پھر اسے سوچنا چاہئے کہ سوال سے نتیجہ اور فکر جواب سے حاصل کیا؟ مسلم کا کام احکام کی تعمیل نہ کہ انکی توجیہ و تعلیل کی ادھیڑ بن ہے بالفرض مصالح و حکم عقلی حیثیت سے سمجھ میں بھی آگئے تو اس سے نفع کیا ہوا؟ دین کا یا دنیا کا آخر کون سا نفع اس سوال کے حل ہونے اور حکمت کے منکشف ہوجانے پر معلق و موقوف ہے؟ انسانی دماغ کے لحاظ سے بجا ہو یا بیجا بشری عقل کے معیار سے معقول ہو یا غیر معقول بہر حال و بہر صورت بدی کا وجود تو ہو ہی چکا، اب نفع کی چیز اور کام کی بات کون سی ہے؟ بدی سے بچنا یا اس بحث میں الجھنا کہ بدی کا وجود ہوا کیوں؟ مسلم مامور کس چیز پر ہے؟ مسلم کی ترقی مراتب موقوف کس امر پر ہے؟ آیا بدی سے بچنے پر یا نیکی و بدی کا فلسفہ سمجھنے پر؟ ڈاکٹر کا کام یہ ہے کہ انسان جس ہیئت کذائی کے ساتھ جن اعضاء اور جن قوتوں کے ساتھ وجود میں آیا ہے، ان میں اگر کوئی خرابی یا بے اعتدالی نظر آئے تو اس کی اصلاح میں لگ جائے نہ یہ کہ ان سوالات میں اپنے کو مشغول کردے کہ اس کی ترکیب یوں کیوں رکھی گئی ہے؟ اس کی ہیئت و ساخت اس قسم کی کیوں واقع ہوئی ہے؟ اس کے جسم کی ترکیب میں فلاں فلاں اجزاء کیوں رکھے گئے ہیں؟ وقس علی ھذا۔ کوئی ڈاکٹر اگر ان مسائل پر توجہ نہیں کرتا یا بعد توجہ ان کے کسی حل پر نہیں پہنچتا تو اس سے طبی حذاقت یا فنی قابلیت پر کیا حرف آسکتا ہے؟

سوال محض سوال ہی نہیں ہے بعض اہم دعوؤں کا بھی پردہ پوش ہے، جواب محض دینی اور اعتقادی حیثیت سے نہیں "عقلی" و "استدلالی" حیثیت سے بھی چاہا گیا ہے، اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ سائل کے خیال میں عقل ہر مسئلہ کی عقدہ کشائی کے لئے کافی ہے اور عقل بشری ہر مصلحت ربانی اور حکمت الٰہی کا بے تکلف احاطہ کرسکتی ہے؛ لیکن خود یہ مفروضہ کہاں سے ثابت ہے؟ عقل کی اس ہمہ گیری پر کون سی دلیل "عقلی" یا "نقلی" قائم ہے؟

یہ صحیح کہ بدی کے وجود میں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں؛ لیکن یہ کیا ضرور ہے کہ انھیں سمجھا بھی عقل ہی کی مدد سے جائے، یہ کہاں سے لازم آگیا کہ ہر مسئلہ کی کنہ یہاں تک کہ جو مسائل اعم الاعمات کا درجہ رکھتے ہیں، ان کی بھی کنہ عقل ہی کی وساطت سے دریافت ہوسکتی ہے؟ انکار عقل کی قوت سے نہیں، انکار عقل کی اس ہمہ گیری سے ہے، جو سوال میں فرض کرلی گئی ہے، عقل کی فضیلت مسلم ہے فضیلت ہی نہیں افضلیت بھی مسلم؛ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ہر گتھی عقل ہی کے ناخن سے کھل سکتی ہے۔ عقل بھی آخر دوسری انسانی قوتوں کی طرح محض ایک طبعی قوت ہے اور ایک محدود دائرہ کے اندر کارفرما۔ اس محدود دائرہ کے باہر اس سے کام کیوں کرلیا جاسکتا ہے؟ آنکھ کا کام دیکھنا ہے، کان کا سننا، معدہ کا کام ہضم کرنا، دماغ کا سوچنا، آنکھ سن نہیں سکتی اور کان آنکھ کا کام نہیں دے سکتا، معدہ کیسا ہی تندرست ہو، سوچ نہیں سکتا اور دماغ سوچ نہیں سکتا اور دماغ کتنا ہی توانا ہو غذا ہضم نہیں کرسکتا، عقل سے بھی کام وہی لینا چاہئے جو اس کے کرنے کے ہیں، جو اس کے حدود کے اندر ہیں چھونے اور چلنے، سانس لینے اور کھانا ہضم کرنے کا بار اگر ہاتھ، پیر، پھیپھڑا اور معدہ کے بجائے عقل پر ڈال دیا جائے تو کون عقلمند اسے روا رکھے گا؟

عقل کا کام، فلاسفۂ قدیم اور نفسیین بعدید، دونوں کی تحقیق میں محسوسات کی ترتیب اور مدرکات کی تنظیم ہے، اب جو علوم محسوسات سے بلند اور جو حقائق مدرکات سے ماوراء ہیں، انہیں عقل کی گرفت میں کیونکر لایا جاسکتا ہے؟ حافظ شیرازی نرے شاعر نہ تھے، صاحب نظر حکیم اور صاحب معرفت صوفی بھی تھے، اسی مقام کی شرح اپنے مشہور شعر

حدیث از مطرب دے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بہ حکمت ایں معما را

میں کرتے ہیں اور جو لوگ سن وسال یا فہم و بصیرت کے لحاظ سے ابھی بچپن کی منزل میں ہیں، انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ عقل و استدلال کی راہ سے رازِ دہر کی طلسم کشائی کی کوشش عبث و لاحاصل ہے، ہمیشہ ناکام رہے گی، حافظؔ یہ نہیں کہتے کہ یہ عقدہ سرے سے لاینحل ہے بلکہ "حکمت" کی قید لگا کر کہتے ہیں کہ عقل و استدلال کی راہ سے اس معمہ کا حل ہونا ممکن نہیں۔

جو کیفیات اور جو قوی اپنی نوعیت میں بلند ہیں انہیں پست تر کیفیات اور ادنیٰ قوی میں منتقل کرنا اور علویات کی تشریح و توضیح سفلیات کی اصطلاح میں کرنا نہ ممکن العمل ہے نہ کسی طرح یہ مطالبہ معقول و صحیح کہا جاسکتا ہے ایک چھوٹا بچہ جو ابھی لذت کے معنی صرف مٹھائی کھانے اور راحت و مسرت کے معنی کھلونے کھیلنے کے جانتا ہے، وہ اگر اس پر ضد کرے کہ فلسفی کو جو لطف مسائل کے حل کرنے میں آتا ہے، عابد کو جو راحت رات رات بھر نماز پڑھنے میں حاصل ہوتی ہے، ڈاکٹر کو جو مسرت مریضوں کی خدمت گزاری اور تیمارداری میں آتی ہے، یہ سب کیفیتیں اسے مٹھائیوں کی بولی اور کھلونوں کی زبان میں سمجھادی جائیں تو کون اس پر قادر ہوسکتا ہے؟ اور کون اس کے مطالبہ کو واجبی قرار دے گا؟ یہ ایک بہت موٹی اور کھلی ہوئی بات ہے لیکن آہ! کہ اکثر ایسی روشن اور پیش پا افتادہ حقیقتیں بھی بحث و گفتگو کے وقت نظر سے رہ جاتی ہیں، عارف رومؒ عاجز آکر کہتے ہیں کہ خام کے اندر پختہ کا حال کوئی کیونکر بھردے؟! بس سکوت ہی مناسب ہے ؎

در نیابد حال پختہ ہیچ خام
پس سخن کوتاہ باید و السلام

سوال اس ذات کی ایک فعلیت سے متعلق کیا گیا ہے، جو ذات مطلق ہے وہ ہستی غیر محدود ہے، غیر محدود کی پیمائش کوئی محدود آج تک کرسکا ہے؟ مطلق کو ادراک کی گرفت میں لانا کسی مقید کے لئے ممکن ہے؟ یعنی وہ ذات مطلق ہمہ خیر و ہمہ قدرت ہے؛ لیکن ساتھ ہی ہمہ حکمت بھی ہے، وہ خیر مطلق و قادر مطلق ہونے کے ساتھ ہی حکیم مطلق بھی ہے، اور نہ صرف وہ خود بلکہ جو فعل بھی اس سے صادر ہوتا ہے، ہمہ حکمت ہوتا ہے؛ لیکن

آج تک کوئی اس کے علم کا، اس کی قدرت کا، اس کی رحمت کا، اس کی ربوبیت کا، کسی صفت کا احاطہ کرسکا ہے؟ پھر تنہا اس کی حکمت ہی کا احاطہ کیوں ممکن سمجھا جائے؟ جزئی حکمتوں کا سوال جزئی قدرتوں اور جزئی رحمتوں کی طرح علیحدہ ہے، یہاں جو مسئلہ زیر نظر ہے، وہ حکمت کاملہ ہے۔

مطالبہ توجیہ عقلی کا کیا گیا ہے؛ لیکن پہلے خود توجیہ عقلی کے معنی ومفہوم کو سمجھ لینا چاہئے، انسان کا ذہن ہر نامانوس شئے سے بھڑکتا ہے، گھبراتا ہے، دفع وحشت کیلئے وہ صرف مانوس ومالوف اشیاء کو چاہتا ہے، توجیہ اسکی طلب کی تسکین کا نام ہے، اس میں اس سے زائد اور کچھ نہیں ہوتا کہ ایک اجنبی جزئیہ کو ایک مسلم ومتعارف کلیہ کے تحت میں یا ایک اجنبی کلیہ کو ایک عام تر ووسیع تر ومتعارف کلیہ کے تحت میں لے آیا جاتا ہے، یہی توجیہ ہے ،اس تعریف سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ ہر علم وفن میں ایک نقطہ ایسا آجاتا ہے جس کے آگے توجیہ چل نہیں سکتی اور وہاں پہنچ کر ہر صاحب فن کو خاموش ہوجانا پڑتا ہے، ایک طبیعی درخت سے پھل کو ٹوٹ کر زمین پر گرتا دیکھ کر اس کی توجیہ قوت کشش کے وسیع کلیہ سے کردیتا ہے؛ لیکن اگر یہ سوال ہو کہ قوت ہی میں یہ قوت کیسے اور کہاں سے آئی تو طبیعی کے پاس کچھ جواب نہ رہے گا، ایک مریض علاج کے لئے طبیب کے پاس جاتا ہے طبیب اس کی توجیہ میں کہہ سکتا ہے کہ حصول صحت ایک نوع کی راحت ہے اور راحت ہر انسان کو مطلوب؛ لیکن اگر اس پر یہ سوال پیدا ہو کہ راحت مطلوب ہی کیوں ہے؟ تو طبیب خاموشی پر مجبور ہوجائے گا، یہ حال ہر علم وفن اور ہر صنف واقعات سے متعلق ہے۔

مذہب کی اصطلاح میں خدا سب سے آخری چیز ہے، اس کے بعد نہ کوئی اور وجود ہے اور نہ اس سے وسیع تر کوئی ہستی، بہ قول اکبر ع

اخیر "کیوں" کا جواب تو ہے

اس وسیع ترین وجود کو اصول عقل وقوانین منطق کے مطابق کس موجود کے ماتحت اور اس کے افعال کو جوامع الاعمات کا مرتبہ رکھتے ہیں کس کلیہ کے تابع رکھا جاسکتا ہے؟ جس پر ہر سوال ختم ہوتا ہے جس کا ارادہ ہر مصلحت اور ہر حکمت کا منتہی ہے اور جس کی مشیت غایۃ الغایات ہے، اس کی کسی فعلیت کی غایت تلاش کرنا، قواعد عقلی ہی کے لحاظ سے اسی طرح بے معنی ہے جیسے یہ سوال چھیڑ اجائے کہ سب کا پیدا کرنے والا خدا ہے تو خدا کو کس نے پیدا کیا؟ ظاہر ہے کہ خدا اگر کسی اور سے پیدا ہوا ہے تو اسے خدا کہا ہی کیوں جائے گا؟ اسی طرح یہ بھی واضح ہے کہ مصلحت خداوندی اگر کسی اور مصلحت کی تابع اور ارادۂ ایزدی کسی دوسری غرض وغایت کا پابند ہے تو ان پر مصلحت خداوندی اور ارادۂ ایزدی کا اطلاق ہی نہ ہوسکے گا، کوئی اگر ذات حق کے متعلق سوال کرے کہ اسے کس نے اور کیوں پیدا کیا؟ تو سب کو ہنسی آجائے؛ لیکن ہنسی اس وقت کیوں نہیں آجاتی؟ جب سوال صفات حق وافعال حق سے متعلق کیا جاتا ہے اور ان کی توجیہ وتعلیل کے لئے کوئی اور سہارا ڈھونڈھا جانے لگتا ہے۔ (جاری)

☆☆☆☆☆

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی جدید ودیدہ زیب طباعت

☆مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

جس میں بڑی جرأت کے ساتھ مغربی تہذیب کے نقائص پر نکتہ چینی اور مشرق کے پرستان مغرب کی غلامانہ ذہنیت اور اندھی تقلید پر صاف صاف تنقید کی گئی ہے اور مشرق ومغرب کی درمیانی خلیج کو پاٹنے اور انسانیت کی صحیح رہنمائی وخدمات کے لیے ایک راہ اعتدال کی نشاندہی کی گئی ہے۔

صفحات: ۱۹۲ قیمت: ۱۰۰ روپے

☆دو مہینے امریکہ میں

از حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ریاست ہائے متحدہ امریکہ وکناڈا کے طویل دورہ کی دلچسپ اور معلومات افزا روداد، ایک مسلمان کے نقطۂ نظر سے، جس میں اس نئی دنیا کی خوبیاں اور خامیاں، کامیابیاں اور ناکامیاں سب بیان کردی گئی ہیں اور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے دورۂ امریکہ کی مفصل داستان آسان اور دلنشیں پیرایہ بیان میں سنائی گئی ہے۔ جدید ایڈیشن مصنف کتاب کے اہم اور وقیع اضافوں کے ساتھ جلد ہی منظر عام پر آرہا ہے۔

صفحات: ۳۸۴ قیمت: ۲۰۰ روپے

نوٹ: طلباء کے لئے خصوصی رعایت

ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوۃ العلماء کیمپس، ٹیگور مارگ، لکھنؤ





# اسلام پر دشمنوں کی یورش

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی

مخالفین اسلام بین الاقوامی سطح پر دین اسلام کے خلاف خواہ کتنی ہی سازشیں کرلیں، اسے رجعت پسند اور دہشت گردی کو فروغ دینے والا مذہب قرار دیں؛ لیکن کبھی وہ اسلام کو مٹانے کی سازش میں کامیاب نہیں ہوسکتے، دین الٰہی ابدی اور تا قیامت باقی رہنے والا ہے، اسکا نظام کامل ومکمل ہے، وہ افراط وتفریط سے بہت دور ہے، وہ تا ابد چمکتا ودمکتا رہے گا، لوگوں کے دلوں کو اسیر کرنا اور ان کو ایمانی غذا فراہم کرتا رہے گا، کیا مشرق اور کیا مغرب، کیا شمال اور کیا جنوب ہر سمت کے لوگ اسکو اپنے دلوں میں جگہ دیتے رہیں گے اور اس کے دامن سے وابستہ ہوتے رہیں گے اور وہ اپنی متاع گم شدہ کو اس کے دائمی اصولوں میں پاتے رہیں گے، یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا، کتنے ایسے خاندان اور گھرانے ہیں جو وحشت ودرندگی اور ظلم وچیرہ دستی کے دام میں آنے والے تھے؛ لیکن اسلام نے ان پر ایمان کی بارش کی، جس سے ان کے دل کی دنیا بدل گئی، حیات نو جیسی عظیم دولت ان کے ہاتھ آگئی اور پورا خاندان مایوسی وقنوطیت کے دبیز پردہ کو چاک کرتے ہوئے ایمان ویقین کے چمن پر بہار میں پہونچ گیا جہاں سکون ووقار کی بوچھار تھی اور ایمان واستقامت کی قندیلیں روشن تھیں۔

قرآن کریم اور حدیث نبوی میں ایمان وایقان پر جمے رہنے والے لوگوں کیلئے جنت کی خوشخبری دی گئی ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ، نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ﴾ [فصلت: ۳۰، ۳۱]

(جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر مستقیم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت کے ملنے پر خوش رہو، جس کا تم سے پیغمبروں کی معرفت وعدہ کیا جایا کرتا تھا اور ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور تمہارے لئے اس جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگوگے موجود ہے)۔

قرآن کریم کی یہ بشارت بہت عظیم ہے، اسکی اہمیت کا صحیح ادراک اسی مرد مومن کو ہوگا جس نے قرآن کی روشنی میں دین اور اس کے تقاضوں کو سمجھنے کی حتی الوسع کوشش کی ہو اور انفرادی واجتماعی زندگی میں اسکے اصول وضوابط کو برتا ہو، اسی ایمانی حقیقت سے سارے مسائل حل ہوسکتے ہیں، مشکل سے مشکل قفل کھل سکتے ہیں، آج یہی ایمانی حقیقت تہذیبی چیلنجوں سے برسر پیکار ہے، مادی دلفریبیاں خوبصورت نعرے اور آوازیں ہر چہار جانب سے سنائی دے رہی ہیں؛ لیکن اس کی قطعیت میں کوئی شک نہ پیدا ہوا ہے اور نہ ہوگا، باطل طاقتوں کا تو حال یہ ہے کہ اسلامی شعائر پر یلغار کرنے کی جان توڑ کوشش کررہی ہیں، جب ان کا کوئی حربہ ناکام ہوتا دکھائی دیتا ہے تو دوسرے نئے خطرناک ہتھیاروں کے ذریعہ از سر نو یلغار شروع کردیتی ہیں اور مسلمانوں کو ان کے سرچشمۂ حیواں سے دور رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتیں؛ لیکن جس قدر ان کی سازشیں روبعمل آتی ہیں اسی قدر اسلام کی کرنیں پورے عالم کو بقعۂ نور بناتی جارہی ہیں۔

آج امریکہ ویورپ میں اسلام کے بارے میں جو ناگفتہ بہ صورت حال پیدا ہے وہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اعدائے اسلام شریعت اسلامی کے مٹانے پر کمربستہ ہیں، وہ اس اسلامی بیداری پر آہنی دیوار کھڑی کرنا چاہتے ہیں جو عالم وجاہل، غبی وذہین، مالدار وغریب ہر ایک کو اسیر کرتی جارہی ہے، ظاہر ہے کہ اسلام کی یہ اثرانگیزی اپنا رنگ دکھا کر رہے گی کیونکہ مذہب اسلام ہی اللہ کا پسندیدہ دین ہے اور جو بھی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کا خواہاں ہوگا تو وہ قابل رد ہوگا اور آخرت میں اسکا سودا بڑے گھاٹے کا ہوگا۔

اس عملی تضاد کی اصل بنیاد سامان دنیا کے حصول کی حرص وطمع ہے اور جب مال ودولت کا حصول ہی مطمح نظر ہوتا ہے تو اسکے پس پردہ کوئی اخروی تصور نہیں ہوتا، یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر وہ کوشش جو متاع دنیا کے حصول کیلئے ہی کی جائے گی، اخروی زندگی میں وہ کبھی بھی سودمند نہیں ہوگی؛ بلکہ اس کا انجام بہت برا ہوگا۔

یہی منفی نظریہ اعدائے اسلام کے ذہنوں پر حاوی ہے، نہ انہیں حساب وکتاب کا خوف ہے اور نہ آخرت کی جوابدہی کا ڈر، اسی وجہ سے وہ جرائم کے ارتکاب میں بڑے بیباک واقع ہوئے ہیں، قتل وغارت گری اور انسانی آبادی کو تہہ وبالا کردینے کی دھمکیاں آئے دن سننے میں آتی ہیں، عالم اسلام خاص طور سے ان کی آنکھوں کا کانٹا بنا ہوا ہے، ابھی افغانستان وعراق میں ان کی وحشیانہ حرکتوں کا مشاہدہ ہر خاص وعام نے کیا اور کر رہا ہے اور ارض مقدس فلسطین ان کے انسانیت کش حملوں سے لہولہان ہے، لیکن بذریعہ میڈیا سرد جنگ کے ذریعہ لوگوں کے دماغوں کو دھونے کی کوشش کی جارہی ہے اور کبھی مسلمانوں کو دہشت گرد، کبھی انتہا پسند، کبھی شدت پسند ثابت کیا جارہا ہے، کبھی انہیں انسانی آبادی کیلئے ایک شدید خطرہ بتایا جارہا ہے، جبکہ مسلمان امن وامان کے داعی اور محبت ومودت کے علمبردار ہیں، یہ ایک ایسی بہترین امت ہیں جو لوگوں کی نفع رسانی کیلئے برپا کی گئی ہے، بھلائی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے، اور ذات واحد پر ایمان رکھتی ہے، جب بھی یہ امت ان خصوصیات سے دست بردار ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے اوپر سے اس کا ایمان جاتا رہے گا تو اللہ اس پر عذاب نازل فرمائے گا اور اس وقت اس کا تضرع وابتہال کچھ کام نہ دے گا، صحیح حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ’’بخدا جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم ضرور بھلائی کا حکم دیتے رہوگے اور برائی سے روکتے رہوگے، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنا عذاب بھیجنے کا فیصلہ فرمالے اور اس وقت تم دعا کروگے اور تمہاری دعا قبول نہیں کی جائے گی‘‘۔

امت مسلمہ کی موجودہ صورت حال بہت افسوناک ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بغض وعداوت اور حسد وکینہ اسکے مزاج میں داخل ہوگیا ہے، مبادا کہیں یہی صورت اسکے منصب قیادت سے پیچھے رہنے کا نتیجہ تو نہیں ہے۔ آج مسلمان ہر سطح پر پست ترین قوم نظر آتے ہیں اور یہ پستی اسی خصوصیت سے دست بردار ہونے کی وجہ سے آئی ہے۔ آج اولین ضرورت یہ ہے کہ وہ ان خصائص سے آراستہ ہوں جو ان کو حقیقی مسلمان بتاتی ہیں اور قیادت وسیادت کے منصب پر فائز ہو کر امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔

داعیان اسلام اور مفکرین دین وملت کی انتھک کوششوں سے یہ تصور ذہن میں آتا ہے کہ موجودہ اسلامی بیداری مسلمانوں کے کھوئے ہوئے منصب کے حصول کا راستہ ہموار کر رہی ہے اور امت مسلمہ کو اعتدال پسند قوم کی حیثیت سے سابقہ مقام دلانے کے مواقع فراہم کر رہی ہے اور انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا، آنے والا دور اسلام اور امت مسلمہ کے نام سے جانا جائے گا۔

اعدائے اسلام نے مغربی ممالک میں اسلامی بیداری کی بڑھتی لہر سے یہ محسوس کیا ہے کہ مسلمان بلاشبہ دنیا کے منظرنامہ پر جلد ہی آجائیں گے۔ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اگر قیادت کی زمام ان کے ہاتھ چلی گئی تو ہمارا کیا حال ہوگا، انسانی شرافتیں پامال ہوں گی، زمین فتنہ وفساد سے بھر جائے گی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾ (اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہوگا اور زبردست فساد ہوجائے گا)۔ [سورۂ انفال/۷۳]

اسی وجہ سے انہوں نے پختہ عزم کرلیا ہے کہ اسلام کو کسی لمحہ پنپنے نہیں دینا ہے اور اس کی تابناک تاریخ کے اعادہ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، کیونکہ اس کی تاریخ ایمان ویقین، زہد وتقوی، عفت وپاکدامنی، تعلق مع اللہ، تعلیمات اسلام پر عمل اور اللہ کی مدد پر اعتماد سے آراستہ ہے۔ اسی وجہ سے وہ مسلمانوں کو عالمی سطح پر بدنام کرنے کیلئے ان پر دہشت گردی کا لیبل لگا رہے ہیں اور اس کو ایک مستقل تہذیبی فلسفہ کا روپ دے رہے ہیں، جس کا نشانہ عقیدۂ اسلام کے حاملین ہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ پوری دنیا کو یہ باور کرا رہے ہیں کہ مسلمان عالمی ترقی، خواہ وہ اقتصادی ہو یا سائنسی، تکنیکی ہو یا معاشرتی ہر ایک کی راہ میں وہ سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہو رہے ہیں۔ اس فلسفہ کو عالمی مسئلہ بنانے کیلئے انہوں نے اپنی جان ومال کی قربانی دی اور ہر ممکن طریقہ سے اس کے لئے ذرائع مہیا کرلئے کے طور پر نائن الیون (Nine Eleven) کا واقعہ ہی کافی ہے جس میں جان ومال کا غیر معمولی نقصان ہوا۔

بلاشبہ مسلمان پرفریب اصطلاحوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، اسلامی ممالک وحشیانہ کارروائیوں کے سرفہرست ہیں، کیوں کہ انہیں کے اندر ہر قسم کی معدنیات اور زمینی ذخائر بھی ہیں۔

جب ان ممالک پر قبضہ ہوجائے گا تو وہ ذخائر خود بخود دست تصرف میں آجائیں گے، اس سے یہودی منصوبہ بندی کی تکمیل عمل میں آجائے گی اور مدتوں پہلے تیار ہوا پروٹوکول عملی شکل اختیار کرے گا، شیطان نے ان کے اعمال مزین کرکے ان کے سامنے رکھ دیئے ہیں اور ان کو صحیح راستہ سے ہٹا دیا ہے حالانکہ وہ سمجھنے کی صلاحیت سے محروم نہیں ہیں۔

☆☆☆☆☆





فکرو عمل

# صحابہ کرامؓ کی چند امتیازی خصوصیات اور ہمارا معاشرہ

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت وہ پاکیزہ مقدس اور معیاری جماعت تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانی کمالات اور معیاری صفات سے حصہ وافر عطا فرمایا تھا مربی اعظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تربیت فرمائی، ایمان ویقین سے ان کے دل ودماغ منور ومعمور ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صلاحیتوں کو جو آپسی خونریز جنگوں، قبائلی منافرت، شرک وکفر کی آلودگیوں میں ضائع ہو رہی تھیں، ٹھکانے لگایا اور ایسی قوم کو جو دنیا سے کنارہ کش تھی اور دنیا بھی ان کو کسی طرح کی اہمیت دینے کو تیار نہ تھی، قیادت وسیادت، عظمت وسربلندی کے اس مقام پر فائز کردیا جس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کردیا

اس پیکر حسن وجمال، تربیت نبوی سے آراستہ وپیراستہ، اوصاف انسانی اور کمالات بشری سے متصف بلکہ اس کے لئے نمونہ اور معیاری جماعت کی چند نمایاں اور امتیازی خصوصیات درج کی جاتی ہیں، تاکہ ایک طرف ان کی عظمت واہمیت کا اندازہ اور ضرورت معلوم ہو اور دوسری طرف معاشرہ کے افراد اپنی کوتاہیوں اور عیوب کا ازالہ کرسکیں اور اس آئینہ شفاف سے اپنی صورت گری کرسکیں۔

## ۱۔ صحبت بابرکت

پہلی صفت جو صرف اور صرف انہی کا حصہ ہے جس کے ذریعہ وہ ایمان ویقین کی ان بلندیوں اور اوصاف وکمالات کی ان رفعتوں تک پہونچے جس کا مقابلہ پوری انسانیت بھی مل کر نہیں کرسکتی، وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت اور آپ کی مجلس نشینی کی سعادت اور ایمان کے ساتھ آپ کا دیدار اور زیارت ہے۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام پر (متنوع اور مختلف بلکہ متضاد صفات کے حامل ہونے کے باوجود) صحبت کی صفت غالب آئی اور ان کا لقب قرار پا گئی، گویا صحبت نبوی ان کی ایک ایسی انفرادی صفت تھی کہ اس جماعت کا نام ہی صحابہ پڑ گیا رضی اللہ عنہم وأرضاهم وارزقنا اتباعهم وحبهم، جس سے صحبت کی اہمیت اور اسکی اثر انگیزی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، جو جتنا کامل ہوگا اس کی صحبت وہم نشینی اتنی ہی اثر انگیز، معنی خیز اور انقلاب انگیز ہوگی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون کامل ہوسکتا ہے، آپ کاملوں کے سردار، انبیاء کے امام، اور اہل نبوت ورسالت، اہل ولایت اور معرفت، اہل صدق وصفا، ارباب جود وعطا، اور اصحاب تاثیر وانقلاب کے سرگروہ اور سرخیل تھے، اس لئے آپ کی صحبت میں جو بیٹھا، کندن بن کر نکلا اور ایمان کی نظروں سے جس نے زیارت کرلی، وہ ایمان ویقین کی آخری منزلوں تک جا پہونچا اور چشم زدن میں معراج ولایت حاصل ہوگئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ساحران فرعون کے سامنے وعظ کہا اور اللہ کا خوف دلایا اور انہوں نے اپنی جادوگری کا تماشہ دکھا کر حقیقت کا علم حاصل کرلیا اور تھوڑی ہی دیر میں حضرت موسیٰ کے سامنے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا اعلان کردیا، اسکو فرعون نے ان کی ملی بھگت بتا کر سخت ترین سزا کی دھمکی دی جواب میں ان جادوگروں نے جو ایمان والے ہوچکے تھے اس دھمکی آمیز بھبکی کو کچھ اہمیت نہ دی اور کسی طرح ایمان سے دستبردار ہونے سے صاف انکار کردیا بلکہ پوری ایمانی قوت سے اس سے کہہ دیا: ﴿فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ﴾۔

یہ وہ ایمانی قوت ہے جو بڑے بڑے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد حاصل ہوتی ہے، لیکن ایک عالی مرتبت پیغمبر خدا کی تھوڑی دیر کی ایمان کے ساتھ صحبت نے ان کو اس مقام پر پہونچا دیا کہ بڑی سے بڑی طاقت بھی ان کو زیر نہیں کرسکی۔

اس سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا اثر صحابہ کرام پر کیا پڑا ہوگا، ان کے ایمان ویقین کی طاقت کن بلندیوں پر پہونچ گئی ہوگی جس کا کچھ اندازہ صحابہ کرام کے واقعات سے ہوسکتا ہے جو بکثرت کتابوں میں موجود ہیں۔

## صحبت کی اہمیت وافادیت

اس لیے تمام علمائے اسلام صحبت کی اہمیت اور افادیت کے قائل رہے ہیں، صحابہ کرام کے بعد تابعین کا درجہ ہے اور ان کے بعد تبع تابعین کا، صحابہ کی خدمت میں آنے جانے والے تابعین ہیں اور ان کی صحبت اور علم سے استفادہ کرنے والے تبع تابعین ہیں۔ یہ وہ صدیاں ہیں جن میں

خیر کا پہلو غالب تھا، بھلائی کا چرچا تھا اور اچھے لوگوں کی کثرت تھی، اسکے بعد ایسے لوگ پیدا ہونے لگے جنھوں نے اپنی فہم پر اعتماد، اپنی رائے پر اصرار اور اپنے علم پر ناز وغرور شروع کردیا جنکی عقل ودانش سطحیت کا شکار اور غلط وبیجا استدلال واستنباط ان کا شعار ہونے لگا، رسول اللہ ﷺ نے جن کی طرف اشارے مختلف مجلسوں میں فرمائے ہیں، ایک موقع سے فرمایا: اخیر زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو اعلیٰ ترین اور بہترین قول (قرآن) سے استدلال کریں گے؛ لیکن دین سے ایسا نکل جائیں گے جس طرح تیر ہاتھ سے نکل جاتا ہے، ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ جب دیکھو کہ دنیا ہی سب کچھ ہوگئی ہے، ہوا وہوس کا دور دورا ہے اور ہر رائے والا اپنی رائے کو پسند کرتا ہے اور عجب میں مبتلا ہے تو ایسے حالات میں اپنی فکر کرو۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کے مشاہدہ اور ایسے لوگوں کی غلط روش کو دیکھ کر یہ بات اصول تفسیر کے مقدمہ میں لکھی ہے کہ جتنے گمراہ وکج راہ فرقے اور جماعتیں وجود میں آئی ہیں، وہ سب کی سب اپنی عقل وعلم پر زیادہ اعتماد اور علماء ومشائخ کی صحبت وہم نشینی سے دوری کا نتیجہ ہیں۔

آج اس دور میں مختلف افراد اور گروہ ایسی ہی غلطیوں کا شکار ہوگئے ہیں۔ نہ ان کو سلف کے فہم وبصیرت پر اعتماد رہ گیا ہے، نہ علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ راسخین فی العلم اور علماء ربانیین کی خدمت ومجلس میں حاضری کو ضروری اور بصیرت افروز تصور کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں جابجا ڈیڑھ اینٹ کی مسجدوں کی کثرت، فکری انحراف اور شذوذ کی گرم بازاری، اسلاف پر طعن وتشنیع کا فیشن اور دینی نصوص اور مسلم الثبوت عقائد وحقائق کی من مانی تشریحات کی فراوانی اور ارزانی ہے۔

غرض کہ صحبت کا کوئی بدل نہیں جس طرح رمضان کے مہینہ میں عبادت کا ثواب کئی کئی گنا بڑھ جاتا ہے جو غیر رمضان میں حاصل نہیں ہوسکتا اور مسجد حرام، مسجد نبوی اور بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا جو مخصوص ثواب ہے وہ کسی اور مسجد میں حاصل نہیں ہوسکتا ہے، اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت، برکت کا جو فیض اور سعادت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوگئی وہ کسی غیر کو حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔

اس طرح صحبت کی جو برکتیں اور فیوض ہیں وہ کسی اور طریقہ سے حاصل ہو ہی نہیں سکتے، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی شرط ایمان تھی اور علماء ربانی اور مشائخ حقانی کی صحبت کی شرط اخلاص ہے اس لئے بہت سے وہ لوگ صحبت میں رہ کر بھی اسکی برکات وفیوض سے محروم رہ جاتے ہیں جو اخلاص سے محروم رہ کر صحبت اختیار کرتے ہیں۔

**۲۔ایمان و تصدیق**

دوسری صفت جو صحابہ کرام کو دوسروں سے ممتاز اور ان کو جداگانہ حیثیت عطا کرتی ہے، وہ ان کی صفت ایمان اور دل کا یقین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہے، انھوں نے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور آپ کو مان لیا تو پھر دل وجان سے تصدیق کی۔ ہر طرح کے شکوک وشبہات اور اعتراضات واشکالات سے ان کے قلب ودماغ محفوظ ہوگئے، قرآن مجید کی آیتیں نازل ہوتی تھیں، ان کے دل کے دروازے اور دماغ کی گرہیں کھل چکی تھیں، شکوک وشبہات کی جگہ ایمان ویقین نے لے لی تھی اور اعتراضات کے بادلوں اور لشکروں کو معرفت و تصدیق نے چھانٹ دیا تھا اور زیر کرلیا تھا اور ان کو آیات قرآنی اور تعلیمات نبوی کے لیے دلائل کی ضرورت نہ رہ گئی تھی اگر کوئی منکر اسلام اور منافق، اشکال واعتراض نکال کر ان کو تذبذب اور ارتیاب کا شکار بنانا چاہتا تو اس کو چپ اور مطمئن کرنے کے لئے اسطرح دلیل پیش کردیتے کہ کسی قسم کا کوئی اعتراض واشکال باقی نہ رہ جاتا گویا وہ دلائل کے محتاج نہ تھے بلکہ دلائل میں پھنسی اور اُلجھی طبیعتوں کو مطمئن کرنے کے لیے دلائل پیش کردیا کرتے تھے، کیونکہ دلائل کی محتاجی اکثر انہی کو پیش آتی ہے جو پہلے سے تذبذب کا شکار اور شکوک وشبہات سے زار ونزار ہوتے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے، آسمانوں اور وہاں کے مکینوں کے عجیب وغریب مشاہدات سے سرفراز ہوئے اور آپ نے صبح یہ واقعات ومشاہدات اہل مکہ کے سامنے بیان کیے تو صحابہ کرام کو کسی قسم کا تذبذب اور شک پیش نہیں آیا؛ لیکن مکہ کے کافروں میں ہلچل مچ گئی؛ کیونکہ ان کی طبیعتوں میں پہلے سے ہی شکوک وشبہات کے کانٹے چبھے ہوئے تھے تو انھوں نے اس کا خاکہ اڑانا شروع کیا اور بھاگے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے؛ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر یہ شخص شک میں پڑ جائے تو معاملہ آسان ہوجائے گا۔ ان سے کہا: سنا سنا آج رات تمہارے ساتھی آسمانوں کی سیر کرکے آئے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہایت سکون واطمینان سے جواب دیا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو سچ فرمایا۔ وہ حیرت میں پڑ گئے اس پر حضرت ابوبکرؓ نے دلیل پیش کی کہ جب ہم یہ مان چکے ہیں کہ حضرت جبرئیلؑ دن میں کئی کئی مرتبہ آتے جاتے ہیں تو اس میں کیا تعجب کی بات ہے کہ اللہ کے





رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کا مالک دن و رات کی کسی بھی گھڑی میں سیر کرادے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی تصدیق کے لئے کسی خارجی دلیل کی ضرورت نہیں پیش آئی کہ حضرت سلیمانؑ کا واقعہ بیان کرتے، چودھویں صدی کے خلائی سفروں کا انتظار کرتے؛ بلکہ ان کی تصدیق نے دلیل فراہم کی۔

آج کل کے ہمارے پڑھے لکھے اور تعلیم یافتہ حضرات نئی نئی ایجادات اور سائنسی دنیا کے انقلابات سے ایسا مرعوب ہوچکے ہیں کہ قرآنی نصوص اور صحیح نبوی تعلیمات کو بھی اس پر رکھ کر پرکھتے ہیں اور ایمان ایسا کمزور ہوگیا ہے کہ ان نصوص میں تبدیلی کے علمبردار بن جاتے ہیں، خود تو بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں۔

نہایت افسوس کی بات ہے نہ قرآن کا صحیح مطالعہ کیا نہ رسول اکرم صلی اللہ عیہ وسلم کی تعلیمات وارشادات سے اشتغال رکھا نہ ایمان ویقین سے آشنا ہوئے اور نہ تصدیق کی منزلوں سے گذرے؛ لیکن قرآن میں تبدیلی، ارشادات نبوی میں حذف واضافہ؛ بلکہ ان کا سرے سے انکار کرنے لگتے ہیں؛ کیونکہ ان کے زعم میں زمانے کی روشن خیالی، ترقی اور نئی نئی ایجادات کا وہ ساتھ نہیں دے سکتے، وہ کہنے لگتے ہیں ایک زمانہ تھا جب انھوں نے بہت اچھا رول ادا کیا تھا؛ لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے، حالات بدل گئے ہیں، انسان بدل گیا ہے؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ سب بہانے ہیں نہ انسان بدلا ہے نہ زمانہ بدلا ہے؛ بلکہ اس وقت قرآن وسنت کی جتنی شدید ضرورت ہے اتنی کبھی نہیں تھی، پرانی جاہلیت نئے رنگ وروپ میں پھر پلٹ آئی ہے، شراب پرانی ہے جام نیا ہے، وہی سارے کھیل کھیلے جارہے ہیں جو دور جاہلی میں تھے، نام نئے ہیں، رنگ نئے ہیں، ڈھنگ نئے ہیں۔

مزید افسوس اس پر بھی ہے کہ ہمارے دینی حلقہ کے کچھ افراد جو تعلیم یافتہ حضرات کی ہم نوائی کرنے لگتے ہیں اور دبے پاؤں بعض اسباب کی وجہ سے یہ روگ ان میں بھی سرایت کرجاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

ضرورت اسی ایمان کی ہے جو صحابہ کو حاصل تھا اور جو ان کی صحبت میں بیٹھ کر ہی مل سکتا ہے، ان کے ایمان افروز واقعات اور تصدیق وایقان کی کیفیات دیکھی جائیں اور ان کے اپنے ایمان کی چنگاری کو فروزاں اور تصدیق کو مہمیز کیا جائے۔

**۳۔اطاعت و فرمانبرداری**

تیسری امتیازی صفت صحابہ کرام کا جذبہ اطاعت اور فرمانبرداری ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو آخری حکم، فیصلہ کو آخری فیصلہ سمجھنا اور اس کو دل وجان سے تسلیم کرنا ان کا ایسا شعار بن گیا تھا کہ انھوں نے اپنے جذبات کی لگام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی تھی، آپ ﷺ کی زبان سے بات نکلی اور ادھر عمل کے لئے قدم اٹھے یہ امتیاز کرنا مشکل ہونے لگا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے لفظ پہلے نکلا ہے یا عمل کے لئے قدم پہلے اُٹھے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مسجد میں داخل ہونے والے ہیں کہ اچانک کان میں یہ آواز آتی ہے کہ بیٹھ جاؤ! وہیں بیٹھ جاتے ہیں یہ گوارہ نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن لینے کے بعد آگے بڑھ جاتے جتنے قصے قضیے پیش آتے تھے وہ دربار رسالت مآب میں پہونچ کر فوراً ختم ہوجاتے تھے، اور یہ کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی باقی رہی کہ جب کوئی مسئلہ پیش آیا اور اس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مل گیا فوراً مسئلہ حل ہوگیا، کسی نے اچھی تصویر کشی کی ہے ؎

شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی
بھڑکتی نہ تھی خود بہ خود آگ ان کی
جہاں کر دیا نرم نرماگئے وہ
جہاں کردیا گرم گرما گئے وہ

سخت سے سخت محاذ پر، بڑی سے بڑی جنگ میں اور خطرناک سے خطرناک موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جان ومال اور اہل وعیال کی پرواہ کئے بغیر کود پڑنا ان کے لیے بائیں ہاتھ یا بچوں کا کھیل تھا؛ لیکن ان کا امتیاز یہ بھی ہے کہ جنگ آزمودہ ہوتے ہوئے اور جان جوکھم میں ڈال کر بڑے سے بڑا معرکہ سر کرلینے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود جب برداشت کا موقع آیا اور خاموش رہ کر بلکہ ظاہری اعتبار سے دب کر صلح کرنے کا موقع آیا تو اس وقت بھی اطاعت وفرمانبرداری سے دست کش نہیں ہوئے جس کی کھلی مثال صلح حدیبیہ کا واقعہ ہے اگر اس نظر سے غزوات وسرایا کا مطالعہ کیا جائے اور صحابہ کی اطاعت وفرمانبرداری کو دیکھا جائے تو اس کی نظیر نہیں ملے گی کہ کس طرح صحابہ کرام نے سمع وطاعت کو نباہ کر دکھادیا۔

لیکن ہمارا معاشرہ اس صفت سے بالکل خالی ہوچکا ہے۔ نہ اطاعت ہے نہ فرمانبرداری اگر قرآن مجید کی نصوص اور احادیث رسول ﷺ بھی پیش کردی جائیں تو بھی ایک طبقہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوگا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام اور ظاہری اعتبار سے پیچھے چلنے والوں کی اطاعت کی جانے لگی، ان کے جذبات کا خیال کیا جانے لگا، جو مطاع تھے وہ مطیع ہوگئے، جو مقتدا تھے وہ مقتدی ہوگئے، جن کو حق کہنا چاہئے تھا وہ عوام سے ڈر گئے مصلحتوں کی آڑ لے کر حق کو چھپانے لگے، اسکا نتیجہ جو ہونا چاہئے تھا، وہ ہوکر رہا۔ (جاری)

اسلامی اخلاق

آخری قسط

# ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم

ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی

عصر جدید کی تاریخ میں مسلمان ہر جگہ شکست سے دوچار ہیں، اس لئے کہ اخلاق بھی نہیں ہے، سیرت فولاد نہیں ہے، فولاد کے بنے ہوئے اسلحے نہیں ہیں، فولاد کی اہمیت بھی نہیں معلوم ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: ﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ﴾ اسلحہ سازی کے کارخانے نہیں ہیں، وقت اور زمانہ کے معیار کے مطابق اسلحہ سازی کے لئے سائنس اور ٹکنالوجی کی جو قوت درکار ہے وہ بھی مفقود ہے، حالانکہ ان ہتھیاروں کے رکھنے کا حکم ہے، جو دوسروں کو مرعوب کرنے اور اپنے وجود کی سلامتی کے لئے ضروری ہے، اس کے علاوہ دنیا کی محبت غالب آچکی ہے، شہادت کی تمنا دلوں سے رخصت ہو چکی ہے، اسلاف کا جذب دروں نہیں ہے، اقبال نے کہا تھا ؎

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

اگر آج کی دنیا میں محاذ جنگ پر مومن کے پاس یعنی مسلم ملک کے پاس جدید ترین فضائی وزمینی ہتھیار نہ ہوں اور شہادت کی تمنا نہ ہو تو وہ ملک مصاف زندگی میں شکست کھا جائے گا، مومن کا کام یہ نہیں کہ وہ ہر جگہ شبنم کی طرح تحلیل ہو جائے اور موم کی طرح پگھل جائے، وہ حلقۂ یاراں میں نرم ضرور ہوتا ہے مگر حلقۂ دشمناں میں یعنی میدان جنگ میں گرم بھی ہوتا ہے، ہمیشہ منفعل اخلاقیات کا حامل رہنا اور اپنے وقار کی حفاظت نہ کرنا پسندیدہ بات نہیں ہے، یہ وہ متعدل نظام اخلاق نہیں جس کا اسلام داعی اور علمبردار ہے، یہ منفعل اور غیر معتدل اخلاق ہے مسیحیت جس کی تعلیم دیتی ہے اور جس کے ماننے والے اس پر کبھی عمل نہیں کر سکے، کیوں کہ اس میں توازن اور اعتدال نہیں، مثال کے طور پر مسیحیت کی تعلیم یہ ہے کہ دشمن کو بھی پیار کرو، اسلام کی تعلیم یہ تو ہے کہ دشمن کو بھی معاف کرو یا اس کے ساتھ حسن سلوک کرو: ﴿لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾، ﴿ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی ہی أحسن﴾ لیکن اسلام نے یہ نہیں کہا کہ دشمن سے پیار کرو، چونکہ پیار دل کا فعل ہے اور یہ عملاً ممکن نہیں۔ ضرورت پیش آنے پر تلوار بھی اٹھائی جا سکتی ہے، اسلام کا نظام اخلاق زیادہ معتدل اور متوازن ہے، اسی لئے کہا گیا ہے ''قاہری با دلبری پیغمبری است''۔ خود اقبال نے مومن کو ''قہاری وغفاری وقدوسی وجبروت'' ان چاروں عناصر کے امتزاج کا حامل بتایا ہے، یہ چاروں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔

قہاری وغفاری وقدوسی وجبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

عام حالات میں دوسروں کے ساتھ معاملات میں زبان کی نرمی اور شائستگی کا خاص طور پر خیال ہونا چاہئے، تلوار اور ہتھیار کا زخم تو آسانی سے بھر جاتا ہے، لیکن زبان کا زخم آسانی کے ساتھ نہیں بھرتا، خوش زبانی اور خوش بیانی سے بڑھ کر کوئی اور ملاطفت وشرافت نہیں۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کیا میں تمہیں بتاؤں کہ دوزخ والے کون ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: ''بتائیے یا رسول اللہ'' تو آپ نے فرمایا: ''درشت مزاج بدمزاج شیخی بگھارنے والا مغرور''۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کے پاس بھیجا تو تاکید کی: ﴿قُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا﴾ یعنی اس سے بہت نرمی کے ساتھ پیش آنا، مخالف دشمن کے ساتھ بھی گفتگو میں نرم زبانی اور حسن اخلاق کی تاکید کی گئی ہے، اکبر الٰہ آبادی نے شیریں زبانی کو جہاں بانی تک پہونچنے کا ذریعہ بتایا ہے ؎

بنوگے خسروئے اقلیم دل شیریں زباں ہو کر
جہاں گیری کرے گی یہ ادا نور جہاں ہو کر

خسرو، شیریں، جہاں گیر اور نور جہاں کے استعاروں اور تلمیحات نے شعر کو بلندی میں آسمان تک پہونچا دیا ہے، اور واعظانہ نصیحت نے شاعرانہ اور فنکارانہ صنعت کا درجہ اختیار کر لیا ہے، ایک فارسی شعر بھی ہے جسے انسان پیش نگاہ رکھے اور اس پر عمل کرے تو دین و دنیا دونوں میں سرخروئی پا سکتا ہے ؎

آسائش دو گیتی ایں دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ بے نیاز میں وہی عمل قبول کے قابل ٹھہرتا ہے جس میں اخلاص ہو، اگر انسان سامنے تو ریشۂ خطمی بنا رہے، بشاشت اور خوش اخلاقی کا مجسمہ بن جائے؛ لیکن پیٹھ پیچھے عیب چینی میں مشغول رہے، اور برائی کے بیان سے اپنی زبان کو آلودہ کرے یعنی اس گناہ کا مرتکب ہو جسے قرآن مجید نے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے تو اس کی یہ ظاہری خوش خلقی فریب اخلاق اور ریاکاری قرار دی جائے گی،





اسلام میں جو معاشرہ مطلوب ہے وہ اخلاص کی روح کے ساتھ خوشگوار تعلقات کا معاشرہ ہے، وہ ایسا معاشرہ ہے کہ جس میں صرف بظاہر نہیں بلکہ باطن بھی ایک دوسرے سے محبت ہوتی ہے اور آپس کا اعتماد باقی رہتا ہے، اس لئے چاہئے کہ جب کوئی شخص کسی سے مخاطب ہو تو محسوس ہو کہ چہرہ بشاشت سے گلنار ہے اور زبان سے موتی جھڑ رہے ہیں اور جب غائبانہ کسی شخص یا ادارہ کا تذکرہ ہو تو لازم ہے کہ منفی کے بجائے مثبت انداز اختیار کیا جائے، اس کے قابل تعریف کارنامے گنائے جائیں، محفل غیبت سے خالی ہو، اگر تنقید کی ضرورت محسوس کی جائے تو قابل تعریف باتوں کا تذکرہ پہلے آئے اور تنقید میں بھی شائستگی وتہذیب کا ایسا بلند معیار پیش کیا جائے کہ متعلقہ شخص اور ادارہ کو اس کی خبر بھی ہو جائے تو اس کی پیشانی پر بل نہ پڑے اور تنقید بار خاطر نہ ہو، قرآن میں واضح حکم ہے: ﴿وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا﴾ یعنی ایک دوسرے کی غیبت مت کرو پھر یہ بھی حکم ہے: ﴿اِجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ یعنی بدگمانیوں سے پرہیز کرو بہت سے گمان گناہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مسلم معاشرہ میں باہمی اعتماد کی فضا پیدا ہو، اقبال مرد مومن کے اندر یہی اوصاف دیکھنا چاہتے ہیں، مسلم معاشرہ کو بدگوئی، بدکلامی، بدتہذیبی، بداخلاقی سے پاک اور رفق ونرمی سے معمور دیکھنا چاہتے ہیں۔

اس وقت مسلم معاشرہ کا حال اس کے برعکس ہے، زبان کھلتی ہے تو غیبت اور بدگوئی پر کھلتی ہے، دوسروں کی اچھی باتوں اور نیک کاموں کے تذکرہ میں بخل سے کام لیا جاتا ہے، کشادہ دلی کے بجائے تنگ دلی، وسعت نظر کے بجائے تنگ ظرفی کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے، جس طرح انگریزی اور دوسری زبانوں کی بول چال یعنی کنور سیشن کی پریکٹس کرائی جاتی ہے، اس کے لئے ادارے قائم ہوتے ہیں، اسی طرح سے غیبت فری کنورسیشن کی عادت بھی بڑی پریکٹس کے بعد حاصل ہوتی ہے اور تربیت یافتہ لوگوں کی صحبت میں رہ کر یہ دولت ونعمت حاصل ہوتی ہے ورنہ اب حال یہ ہو گیا ہے کہ ہر شخص اپنے دوش پر پندار کا ایک صنم کدہ اٹھائے ہوئے نظر آتا ہے، جس محفل میں جائیے وہ محفل تھوڑی دیر میں غیبت زار بلکہ غیبتوں اور بغض وکینہ اور تعصب کے کانٹوں کا خارزار نظر آتی ہے، حالانکہ اسلام کے مزاج کے اعتبار سے اسے حسن اخلاق کا گلزار ہونا چاہئے تھا، قرآن وحدیث میں بار بار صبر کی تلقین کی گئی ہے، مومن کو مشتعل نہیں ہونا چاہئے، ابوداؤد کی حدیث ہے: ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جو آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، گالی دی، وہ سن کے چپ رہے اس نے دوبارہ وہی حرکت کی وہ پھر بھی چپ رہے، اس نے پھر تیسری دفعہ بدزبانی کی تو چپ نہ رہ سکے اور کچھ بول اٹھے، یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ فوراً اٹھ گئے، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھ پر خفا ہو گئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر! جب تک تم چپ تھے خدا کا فرشتہ تمہاری طرف سے کھڑا تھا جب تم نے جواب دیا تو وہ ہٹ گیا۔

آج مسلمانوں کے خلاف متعصب اور تنگ نظر غیر مسلم لیڈر جو بیان دیتے ہیں اور تقریریں کرتے ہیں، ان کا جواب وہی ہے جس کی آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں تلقین فرمائی ہے اور خود قرآن مجید میں اللہ کے خاص بندوں کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان میں یہ وصف بھی ہے: ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ یعنی رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں بس سلام ہو۔

آج مسلمانوں کی صفوں میں انتشار اس لئے ہے کہ باہمی اکرام کے بجائے باہمی دشنام کو ہم نے اپنا شعار بنا لیا ہے، ہماری زبانیں بے قابو ہو گئی ہیں، کبھی کسی فرد کے خلاف، کبھی کسی مسلک والوں کے خلاف، کبھی کسی جماعت یا تنظیم کے خلاف، کبھی کسی ذات وبرادری کے خلاف، کبھی کسی ریاست یا ضلع یا علاقہ سے تعلق رکھنے والوں کے خلاف ہماری زبانیں محفلوں میں زہر طنز واستہزا اگلتی ہیں اور اس وقت ہم بزعم خود دانشور اور تعلیم یافتہ بنے رہتے ہیں اور خود کو دین دار بھی سمجھتے رہتے ہیں اور ہمیں یہ احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہم اس طرح دائرہ اسلام سے اگر نہیں تو دائرہ شریعت سے ضرور باہر ہو جاتے ہیں اور قرآن کے ممنوعہ حدود میں قدم رکھتے ہیں، قرآن تو یہ حکم دے رہا ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ (الحجرات) یعنی اے لوگو! جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ آپس میں ایک دوسرے پر طعن کرو اور نہ برے القاب سے یاد کرو۔

حضرت ابوبکرؓ نے ایک خطبہ میں حدیث کے یہ الفاظ بیان کئے: ''لاتقاطعوا ولاتباغضوا

ولاتحاسدوا و کونوا عباداللہ اخوانا" یعنی باہم قطع تعلق مت کرو، آپس میں بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، اور اللہ کے بندو بھائی بھائی ہوجاؤ، یہ حضرت ابوبکرؓ کا قول ہے: "لا یحقرن أحدکم أحداً من المسلمین فان صغیر المسلمین عنداللہ اکبر" یعنی کوئی شخص کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھے، ایک چھوٹا مسلمان بھی اللہ کے نزدیک بڑا ہے۔

مسلمانوں کی ساری توجہ اپنی صفوں کو درست کرنے، اتحاد پیدا کرنے اور نئی نسل کو تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے اور برادران وطن تک اسلام کا تعارف کرانے پر مرکوز ہونی چاہئے، باہمی حسن سلوک کی اس درجہ اہمیت ہے کہ ایک اعرابی نے خدمت نبوی میں آکر عرض کیا یارسول اللہ! وہ بات بتایئے جس کے کرنے سے جنت مل جائے، آپ ﷺ نے اس کو چند باتیں بتائیں، منجملہ ان کے فرمایا: ظالم رشتہ دار پر اپنی عنایتوں کی بارش کرو، حسن اخلاق کے پھولوں سے باہمی اعتماد واتحاد اور حسن ظن کی خوش رنگ فضا قائم ہوتی ہے، دوستوں کی تعریف کرنے میں کوئی کمال نہیں کمال یہ ہے کہ انسان مخالفوں کے اندر بھی خوبیاں ڈھونڈھے اور انہیں بیان کرے، دوسروں کی نیکیوں اور خوبیوں کا تذکرہ کرنے سے نیکیوں اور خوبیوں کا چمن لہلہاتا ہے اور پوری ملت ایک جسد واحد کے مانند ہوتی ہے کہ کسی ایک عضو میں کانٹا چبھے تو پورا جسم کرب ودرد محسوس کرتا ہے۔

آج کی محفل شناسی کے لئے اقبال کے جس شعر کو زیب عنوان بنایا گیا ہے افسوس یہ ہے کہ اسے پڑھا تو جاتا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کیا جاتا ہے، اقبال نے اپنا یہ پیغام صرف اسی شعر میں نہیں پیش کیا ہے بلکہ اور بہت سے دوسرے اشعار میں بھی پیش کیا ہے۔

مصاف زندگی میں سیرت فولاد پیدا کر
شبستان محبت میں حریر و پرنیاں ہوجا
گزر جا بن کے سیل تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہوجا

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفاں

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دلنواز
نرم دم گفتگو ، گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل وپاک باز

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دلنوازی کا
مروت حسن عالمگیر ہے مردان غازی کا

جب مسلمانوں کے اخلاق میں مروت اور ملنساری ہوگی، دلنوازی کا سلیقہ ہوگا، جب ہر مسلمان کے سامنے بلند مقاصد ہوں گے اور گرم دم جستجو ہونے کی خصوصیت اس کو تعلیم وہنر میں اور ذہنی صلاحیتوں میں سب سے ممتاز کردے گی، جب وہ عالم ایجاد میں صاحب ایجاد ہوجائے گا تو وہ بغیر شمشیر کے فاتح عالم بن جائے گا، ملک اور بیرون ملک ہر جگہ مسلمانوں کا وقار قائم ہوگا، صرف افراد نہیں قومیں بھی اس سے متاثر ہوں گی، اور مائیں اپنے بچوں کو نصیحت کریں گی کہ پڑھنے لکھنے اور اخلاق میں ممتاز ہونے کے لئے کلاس کے اندر اور باہر مسلمان ساتھیوں کو دوست بناؤ کہ اخلاق اور تعلیم میں وہ دوسروں سے بہتر ہوتے ہیں اور بعض مائیں یہ نصیحت کریں گی کہ مسلمانوں سے دوستی نہ کرنا کیونکہ کئی طالب علم اور نوجوان محلہ میں مسلمانوں سے دوستی کے نتیجہ میں ان سے متاثر ہوکر دھرم پریورتن کر بیٹھے ہیں۔

خیابانیوں سے ہے پرہیز لازم
ادائیں ہیں ان کی بہت دلبرانہ

☆☆☆☆☆

## ماسٹر داؤد احمد جوار رحمت میں

دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے استاد جناب ماسٹر داؤد احمد کا ۶/ جون ۲۰۱۱ء کو دماغ کی نس پھٹ جانے کی وجہ سے انتقال ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ وہ ۶۷ سال کے تھے، ان کی نماز جنازہ بعد نماز عصر طلبہ واساتذہ اور عمائدین شہر کی موجودگی میں استاد حدیث دارالعلوم مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری نے پڑھائی اور ان کو ڈالی گنج قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

مرحوم ماسٹر داؤد احمد کی پیدائش ۱۹۴۳ء میں گوپال گنج (بہار) میں ہوئی، انہوں نے بنگال سے بی، ایس، سی اور ایم، اے انگریزی سے تعلیم حاصل کی، عصری تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے آبائی وطن ہی میں رہے، اس کے بعد لکھنؤ آئے اور فریدی جونیئر ہائی اسکول میں صدر مدرس کے طور پر تعلیمی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۷۶ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شعبہ معہد میں بطور انگریزی استاد کے وابستہ ہوئے، ترقی کرتے ہوئے وہ دارالعلوم میں انگریزی کے سینئر استاد مقرر ہوئے، اس وقت سے برابر وہ اپنی تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور آخر وقت تک دارالعلوم میں طلباء کو انگریزی پڑھاتے رہے، مرحوم کے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔





# سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

**سوال**: آج کل نوجوانوں میں بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنے کا رجحان بڑھتا جارہا ہے، سوال یہ ہے کہ بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

**جواب**: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول سرڈھک کر نماز پڑھنے کا تھا، علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا "مواب" نامی عمامہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ٹوپی کے اوپر پہنتے اور کبھی صرف ٹوپی پہنتے، عمامہ نہیں۔ (زادالمعاد ۱۳۵/۱) اس لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ ٹوپی یا عمامہ موجود ہوا سکے باوجود صرف سستی اور کاہلی کی وجہ سے بغیر ٹوپی وعمامہ کے نماز پڑھی جائے تو یہ مکروہ ہے۔ (فتاوی ھندیہ: ۱۰۶/۱) مشہور عالم دین مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالدوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا ہو، پگڑی سے یا ٹوپی سے۔ (فتاوی ثنائیہ: ۵۲۵/۱)

البتہ اگر ٹوپی یا عمامہ ہی کسی کے پاس نہ ہو تو اسکی وجہ سے نماز نہ چھوڑے بلکہ بغیر ٹوپی کے نماز ادا کرلے، اس سے بھی نماز ہوجائے گی؛ لیکن اس کو معمول بنانا کراہت سے خالی نہیں۔

**سوال**: مساجد میں ایسا دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ اِن شرٹ کرکے بھی نماز پڑھتے ہیں کیا اس طرح نماز ادا کرنا درست ہے؟

**جواب**: اِن شرٹ کرنے کی وجہ سے کمر کے نیچے کے حصہ میں اعضاء کی ساخت نمایاں ہوجاتی ہے اور ایک گونہ بے پردگی ہوتی ہے حالانکہ نماز کی حالت میں ستر اور پردہ کا خاص طور پر حکم ہے، اسلئے حالت نماز میں اس طرح کی بے ستری نامناسب ہے جس سے گریز کرنا چاہئے البتہ نماز ادا ہوجائے گی۔ (الدرالمختار علی ردالمحتار: ۹۱/۱)

**سوال**: پینٹ یا پائجامہ ٹخنے سے نیچے لٹکتا ہو تو نماز درست ہوگی یا نہیں؟

**جواب**: ٹخنے سے نیچے لٹکتا ہوا کپڑا پہننا عام حالات میں بھی ممنوع ہے، حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تین شخص وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے بات نہیں کریں گے اور نہ انکی طرف نگاہ رحمت فرمائیں گے اور نہ ہی ان کو گناہوں سے پاک کریں گے اور ان کے لئے سخت عذاب ہوگا، ان تینوں میں پہلا شخص وہ ہوگا جو اپنے کپڑے ٹخنوں سے نیچے لٹکا رکھے۔ (سنن ابوداؤد حدیث/ ۴۰۸۸)

اس طرح کی حدیثوں کو سامنے رکھتے ہوئے فقہاء نے لکھا ہے کہ پائجامہ (یا پینٹ وغیرہ) ٹخنوں سے نیچے رکھنا ممنوع ومکروہ تحریمی ہے اور نماز کی حالت (جو ایک اہم عبادت ہے) میں ایسا کرنا مزید کراہت اور گناہ ہے البتہ نماز ہوجائے گی۔

**سوال**: ہاف شرٹ میں نماز ادا کرنا کیسا ہے، اسی طرح اگر فل شرٹ ہو؛ لیکن آستین نماز کی حالت میں کہنیوں سے اوپر اٹھالینا کیسا ہے؟

**جواب**: آستین کو کہنیوں تک اٹھا کر نماز پڑھنا مکروہ اور خلاف ادب ہے۔ فقہاء نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے: "ولو صلی رافعاً کفیہ الی المرفقین کرہ" اور وہ لوگ جو ہاف شرٹ پہننے کے عادی ہیں اور ہر جگہ ان کا وہی لباس ہے تو ان کے لئے ہاف شرٹ استعمال کرنے کی حالت میں بھی نماز ادا کرنے کی گنجائش ہے۔ (فتاوی ہندیہ: ۱۰۶/۱)

**سوال**: بعض لوگوں کے لئے اپنے اسکول یا آفس میں ٹائی لگانا ضروری ہوتا ہے اور ڈیوٹی کے دوران نماز کا وقت آجاتا ہے کیا ایسے لوگ ٹائی پہنے ہوئے نماز پڑھ سکتے ہیں؟

**جواب**: موجودہ دور میں ٹائی کا استعمال عمومی طور پر ہونے لگا ہے اور بظاہر کسی عقیدہ اور دینی نظریہ کی بنا پر لوگ استعمال نہیں کرتے ہیں اسلئے اگر نماز کی حالت میں ٹائی لگی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں، نماز ادا ہوجائے گی۔

**سوال**: سینٹ لگے کپڑوں میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ الکحل ہے جو نجس ہے، اسلئے نماز نہیں ہوتی ہے۔ صحیح کیا ہے، مطلع کریں؟

**جواب**: سینٹ کے بارے میں ماہرین کیمیاء کی رائے یہ ہے کہ اس میں جو الکحل استعمال ہوتا ہے، وہ نشہ آور نہیں ہوتا ہے اور یہ اس سے مختلف ہوتا ہے جو شراب اور دواؤں میں استعمال کیا جاتا ہے، اسلئے یہ ناپاک نہیں ہے، لہٰذا ناپاک نہ ہونے کی وجہ سے کپڑا بھی ناپاک نہیں ہوگا اور اس کے لگے ہونے سے نماز درست ہوگی۔

☆☆☆☆☆

## ایک اطلاع

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شعبہ دارالافتاء والقضاء میں انٹرنیٹ کی سہولت مہیا ہوگئی ہے، اب دینی وشرعی مسائل کے حل کے لئے براہ راست اس کے ای میل ایڈریس پر رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے اور سوالات بھیجے جاسکتے ہیں۔

E-mail:daruliftanadwa@gmail.com

سچی باتیں

# اچھی ہم نشینی اور بہتر گفتگو

## (ہادیٔ اعظم ﷺ کی چار اہم ہدایات)

ڈاکٹر محمد جنید ندوی

حضرت عمران بن حطان تابعیؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت ابوذر غفاریؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ وہ ایک کالی کملی لپیٹے ہوئے مسجد میں بالکل اکیلے بیٹھے ہیں، میں نے عرض کیا: "اے ابوذرؓ! یہ تنہائی اور یکسوئی کیسی ہے؟ (یعنی آپ نے اس طرح اکیلے سب سے الگ تھلگ رہنا کیوں اختیار فرمایا ہے؟) انہوں نے جواب دیا: میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: "برے ساتھی کی ہم نشینی سے اکیلے رہنا اچھا ہے اور اچھے ساتھی کے ساتھ بیٹھنا تنہائی سے بہتر ہے اور کسی کو اچھی باتیں بتانا خاموش رہنے سے بہتر ہے اور بری باتیں بتانے سے خاموش رہنا بہتر ہے۔ (شعب الایمان: للبیہقی)

ہادیٔ اعظم ﷺ کے اس حکیمانہ اور جامع ارشاد مبارک سے ہر مسلمان مرد اور عورت کو چار اہم ہدایت مل رہی ہیں، آیئے! ان چار اہم ہدایات کو ہادیٔ اعظم ﷺ کی چند دیگر ہدایات عالیہ کی روشنی میں سمجھتے ہیں:

(۱) آپ ﷺ کی سب سے پہلی ہدایت تو یہ ہے کہ برے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کے مقابلہ میں تنہائی اختیار کر لینا بہت زیادہ مفید ہے، اس کی وجہ بھی رسول ﷺ نے ایک حکیمانہ مثال سے سمجھادی ہے کہ: اچھے اور برے دوست کی مثال مشک بیچنے والے اور بھٹی دھونکنے والے کی طرح ہے۔ مشک بیچنے والے کی صحبت سے تم کو کچھ فائدہ پہنچے گا۔ یا تو مشک خریدوگے یا مشک کی خوشبو پاؤگے؛ لیکن لوہار کی بھٹی تمہارا گھر یا کپڑا جلائے گی یا تمہارے دماغ میں اس کی بدبو پہنچے گی"۔ (بخاری مسلم)

اس لئے حضور اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ: "آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لئے ہر آدمی کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے"۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ)

ایک موقع پر رسول ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا: "اے ابوذر! کیا میں تمہیں ایسی دو خصلتیں نہ بتادوں جنہیں اختیار کرنے سے آدمی پر کچھ زیادہ بوجھ نہیں پڑتا، مگر اللہ کے میزان میں وہ بہت بھاری ہوتی ہیں؟ حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا کیوں نہیں؟ یا رسول اللہ! وہ دونوں خصلتیں ضرور بتایئے آپ نے فرمایا: زیادہ خاموش رہنے کی عادت اور حسن خلق (پھر فرمایا) قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، مخلوقات کے عمل میں یہ دونوں چیزیں بے مثال ہیں"۔ (انسؓ: ابوذر غفاریؓ شعب الایمان: للبیہقی)

نبی اکرم ﷺ کے ان حکیمانہ اور جامع ارشاد مبارکہ سے معلوم ہوا کہ برے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے کے مقابلے میں تنہائی اختیار کر لینا بہت زیادہ مفید ہے۔

(۲) ہادیٔ اعظم ﷺ کی دوسری ہدایت یہ ہے کہ تنہائی اختیار کرنے کے مقابلے میں اچھے مسلمانوں کی صحبت میں بیٹھنا زیادہ سودمند ہے۔ اس کی وجہ بھی رسول اللہ ﷺ نے ایک حکیمانہ مثال سے اس موقع پر سمجھادی: جب کسی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ ہم نشین کیسے ہوں، کن لوگوں کی صحبت میں بیٹھیں؟ فرمایا: "ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھو جن کو دیکھ کر خدا یاد آئے، جن کی گفتگو سے تمہاری دینی معلومات میں اضافہ ہو، جن کا عمل تمہیں آخرت یاد دلائے"۔ (عبداللہ بن عباسؓ: ترغیب وترہیب)

اس ہدایت کی مزید تاکید کیلئے ایک موقع پر فرمایا: "تم کسی مومن ہی کو اپنا ساتھی بناؤ اور متقی شخص کے سوا کسی اور کو کھانا نہ کھلاؤ" (یعنی فاسق اور فاجر آدمی کو دعوت طعام نہ دو)۔ (ابوسعید خدریؓ: ترغیب وترہیب، بحوالہ صحیح: ابن حبان)

(۳) ہادیٔ اعظم ﷺ کی تیسری ہدایت یہ ہے کہ لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی تلقین کرنا، خاموشی اختیار لینے کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی ہدایت ان الفاظ میں کی ہے: ﴿وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ [بقرہ/۸۳] (اور لوگوں سے اچھی بات کرو)۔

حضور اکرم ﷺ نے اس بات کو ایک اور انداز سے سمجھایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ بندہ اللہ





کی خوشنودی کی کوئی ایسی بات اپنی زبان سے کہہ دیتا ہے جس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا اور اس کلمے کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کے درجات بلند فرمادیتا ہے۔ (ابوہریرہؓ: بخاری، مشکوٰۃ)

خاموشی اختیار کرنے کے مقابلے میں لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی تلقین کرنا ایک احسن عمل ہے، ایک روز رسول ﷺ نے اپنی ایک تقریر میں کچھ افراد کی تعریف فرمائی (جو دوسروں کو دین کی باتیں بتاتے تھے) پھر فرمایا: ایسا کیوں نہیں ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں میں دینی سوجھ بوجھ پیدا نہیں کرتے؟ ان کو تعلیم نہیں دیتے؟ ان کو نصیحت نہیں کرتے؟ بری باتوں سے کیوں نہیں روکتے؟ پھر فرمایا: ایسا کیوں ہے کہ کچھ لوگ دین کی باتیں نہیں سیکھتے؟ کیوں اپنے اندر دینی شعور پیدا نہیں کرتے؟ کیوں دین نہ جاننے کے نتائج معلوم نہیں کرتے؟ خدا کی قسم! لوگوں کو، آس پاس کی آبادی کو دین سکھانا ہوگا، ان کے اندر دینی شعور پیدا کرنا ہوگا، وعظ وتلقین کا کام کرنا ہوگا، اور لوگوں کو لازماً اپنے قریب کے لوگوں سے دین سیکھنا ہوگا، اپنے اندر دینی سمجھ بوجھ پیدا کرنی ہوگی اور وعظ ونصیحت کرنی ہوگی، ورنہ میں انہیں اس دنیا میں جلد سزا دوں گا۔ (ابوموسیٰ الاشعری: الطبرانی)

نبی مکرم ﷺ کے ان حکیمانہ ارشادات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ لوگوں کو نیکی اور بھلائی کی تلقین کرنا خاموشی اختیار کر لینے کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول ﷺ بہت زیادہ خاموش رہتے تھے۔ آپ صرف وہی بات کرتے تھے جس پر آپ کو ثواب کی امید ہوتی تھی۔

(۴) ہادیٔ اعظم ﷺ کی چوتھی ہدایت یہ ہے کہ بدی اور برائی کی طرف مائل کرنے والی گفتگو کے مقابلے میں خاموشی اختیار کرنا زیادہ فائدہ مند ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی گفتگو کے نقصانات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ﴾ (آدمی کوئی لفظ نہیں بولتا لیکن ایک نگراں اس پر حاضر رہتا ہے) [سورہ ق/۱۸] اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ کوئی بات منہ سے نکالنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لئے کہ وہ نوٹ ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کو اسے حساب بھی دینا ہوگا۔ حضور اقدس ﷺ نے اس بات کو ایک اور انداز سے سمجھایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ بندہ اپنی زبان سے کبھی اللہ کی ناراضی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ گزرتا ہے جس کا اُسے خیال بھی نہیں ہوتا اور وہ کلمہ اسے جہنم میں گرادیتا ہے"۔ (ابوہریرہؓ: بخاری ومشکوٰۃ)

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ انسان اپنی زبان سے اتنا زیادہ پھسل جاتا ہے جتنا اپنے قدم سے بھی نہیں پھسلتا۔ (ابوہریرہؓ: بیہقی، مشکوٰۃ)

بدی اور برائی کی طرف مائل کرنے والی گفتگو کے بارے میں ہادیٔ اعظم ﷺ کی چند اور ہدایات عالیہ سنئے جو آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر عطا فرمائی ہیں، فرمایا: "فضول باتیں کرنے والے اور بکواس کرنے والے میری امت کے بدترین لوگ ہیں"۔ (موطا وابوداؤد)

ایک اور موقع پر فرمایا: "جو شخص مجھے اپنے دونوں کلوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) اور اپنی دونوں رانوں کے درمیان والی چیز (یعنی شرم گاہ) کی حفاظت کرنے کی ضمانت دے دے گا، میں اسے جنت کی ضمانت دے دوں گا"۔ (سہل بن سعدؓ: بخاری ومشکوٰۃ)

ایک اور موقع پر فرمایا: "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان ایذا نہ پائیں"۔ (عبداللہ بن عمرؓ: بخاری ۱/۹۰)

اور ایک موقع پر فرمایا: "جو شخص اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ نیک بات کہے یا چپ رہے"۔ (مسلم: کتاب الایمان) اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو ہادیٔ اعظم ﷺ کی ہدایت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

### ملک محمد ہاشم صاحب کی چھوٹی ہمشیرہ رب کریم کے حضور میں

جناب حاجی ملک محمد ہاشم (میل وشارم) کا شمار بڑے مخیرین میں ہوتا ہے، ملک کے تمام دینی اداروں خصوصاً ندوۃ العلماء سے ملک ہاشم صاحب کا بہت گہرا اور مخلصانہ تعلق ہے، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ سے بڑا خصوصی ربط تھا، حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی مدظلہ کے ساتھ بھی یہ مخلصانہ روابط روز افزوں ہیں۔ ۱۲/ جون کو ملک ہاشم صاحب کی چھوٹی ہمشیرہ کا باسٹھ (۶۲) سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہوجانے سے انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کچھ دنوں قبل ان کے شوہر کی بھی وفات ہوچکی تھی۔ ملک محمد ہاشم صاحب کے اس غم میں ندوۃ العلماء اور اس کے ذمہ داران برابر کے شریک ہیں، مرحومہ بڑی نیک، مخیرہ اور پابند صوم وصلاۃ تھیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت کرے، انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین "تعمیر حیات" سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

حقوق وآداب

# حضرات اہل بیت اطہارؓ کے فضائل وحقوق

خالد فیصل ندوی

قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ [الاحزاب/۳۳] ترجمہ: اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتے ہیں کہ تم سب اہل بیت سے (ہر قسم کی) گندگی کو دور کردے اور تمہیں پوری طرح پاک کردے۔

حضرات اہل بیت اطہارؓ اللہ تعالیٰ کی خصوصی ہدایت یافتہ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثالی تربیت کردہ افراد ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات دین اسلام کے نقیب ومنادی، قرآن مجید کے امین وپاسبان، احادیث مبارکہ کے شارح وترجمان، سنت نبوی ﷺ کے وارث ومبلغ، اعلیٰ اخلاق وکردار کے حامل وداعی اور ہمت وعزیمت، شجاعت وحمیت اور حق گوئی وبے باکی کے پیکر وعلمبردار ہیں نیز اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے سرگرم وسرگرداں، جہاد وقتال میں شریک وسہیم، امت کی اصلاح وتربیت کے لیے فکرمند وکوشاں، دنیا وآخرت میں امت کی کامیابی کے خواہاں وطالب اور اسلام، امت مسلمہ اور ممالک اسلامیہ کی حفاظت ودفاع میں ہمیشہ پیش پیش رہنے والے اور اس میں سرفروشانہ اور قائدانہ حصہ لینے والے ہیں، اسلامی تاریخ ان کی مذکورہ خصوصیات اور خدمات کی محافظ وامین ہے۔ آپ ﷺ کی وفات حسرت آیات سے کربلا تک، کربلا سے بالاکوٹ تک اور بالاکوٹ سے آج تک حضرات اہل بیت اطہارؓ کی دعوت وتبلیغ، جہاد وسرفروشی اور شہادت حق وغلبۂ حق کے سلسلہ میں ان کی خدمات وکارناموں کا زریں سلسلہ قائم ودائم ہے اور انشاء اللہ قیامت تک ان کی ہمہ جہت خدمات جاری وساری رہیں گی؛ کیوں کہ آپ ﷺ نے امت مسلمہ کو یہ مژدہ سنایا ہے کہ میں دنیا سے جارہا ہوں؛ لیکن (ہدایت ورہنمائی کے لئے) تمہارے درمیان قرآن مجید اور اپنے خاندان والوں کو چھوڑ رہا ہوں۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں کہ: ''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں میرے بعد جب تک تم انھیں پکڑے رہوگے، کبھی گمراہ نہ ہوگے، ایک چیز ان میں دوسری چیز سے عظیم تر ہے، وہ ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) ہے اور وہ آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی اللہ تعالیٰ کی رسی ہے اور دوسری (چیز) میری اولاد، میرے گھر والے ہیں''۔ (ترمذی)

### اہل بیت کون کون ہیں؟

یہ حقیقت قابل ذکر ہے کہ اہل بیت نبوی میں آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ (جن کی تعداد گیارہ ہے)، آپ ﷺ کی ذریات طیباتؓ جنکی تعداد سات ہے) اور بنو ہاشم کی آل واولاد سب ہی شامل ہیں کیوں کہ قرآن مجید نے حضرات ازواج مطہراتؓ ہی کو اہل بیت کہا ہے چنانچہ سورہ احزاب کی آیت تطہیر میں مذکور ''اہل بیت'' کا لفظ ازواج مطہرات کے لئے استعمال ہوا ہے اور اسکی اولین مصداق حضرات ازواج مطہراتؓ ہی ہیں، اس آیت کریمہ کا سیاق وسباق بھی اسی کا متقاضی ہے نیز قرآن مجید کی دیگر آیات کریمہ (سورہ ہود/ ۷۳ اور سورہ قصص/۱۲) میں بھی بیوی (گھر والی) کو اہل بیتؓ کہا گیا ہے اور اس آیت (آیت تطہیر) کے ذیل میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی یہی قول منقول ہے کہ: ''آیت قرآنی (انما یرید اللہ لیذھب... الخ) ازواج مطہراتؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے''۔ (فتح القدیر ۴/۲۷۰) اور دیگر ائمہ تفسیر حضرت عروہ بن الزبیرؓ، حضرت عکرمہؒ اور حضرت مقاتلؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ حضرات ازواج مطہراتؓ کا اہل بیت ہونا خالص قرآن سے ثابت ہے نیز ایک حدیث شریف سے بھی اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے، حضرت انسؓ سے حضرت ام المومنین زینبؓ کی شادی کے واقعہ کے سلسلہ میں منقول ہے کہ: ''آپ ﷺ حضرت عائشہؓ کے حجرے میں تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''السلام علیکم أهل البيت ورحمة الله'' (اے گھر والیو! تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی اور رحمت ہو) جواب میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ: ''وعليك السلام ورحمة الله وبركاته'' (آپ ﷺ پر بھی اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمت اور برکتیں ہوں)۔ (بخاری)

اسی طرح آپ ﷺ کی تمام ذریات طیبات (حضرت قاسمؓ، حضرت زینبؓ، حضرت عبداللہؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابراہیمؓ (رضی اللہ عنہم وأرضاهم) اہل بیت نبوی میں داخل وشامل ہیں، یہ الگ بات ہے کہ آپ کی نرینہ اولاد کا بچپن ہی میں انتقال ہوگیا؛ لیکن آپ ﷺ کی چاروں صاحبزادیاں ماشاء اللہ زندہ رہیں، حضرت ام کلثومؓ کو چھوڑ کر تینوں صاحبزادیاںؓ صاحب اولاد ہوئیں؛ لیکن صرف حضرت فاطمہؓ سے آپ ﷺ کی مبارک نسل چل رہی ہے، اللہ تعالیٰ سادات حسنی وحسینی دونوں شاخوں کو دنیا میں قائم ودائم اور باقی وسلامت رکھے، آمین۔





آپ ﷺ کی ذریات طیباتؓ خصوصاً حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم اجمعین کے اہل بیتؓ ہونے کا ثبوت وہ صحیح احادیث مبارکہ ہیں، جن میں مذکور ہے کہ آیت تطہیر (احزاب/۳۳) کے نزول کے بعد آپ نے ان کو اپنی چادر مبارک میں لیا، اور آپ ﷺ نے آیت تطہیر تلاوت فرمائی، پھر یہ دعاء کی کہ: ''اے اللہ! یہ (بھی) میرے اہل بیت ہیں، ان سے ہر طرح کی برائی اور گندگی کو دور فرمادے اور ان کو مکمل طور پر پاک صاف فرمادے''۔ (مسلم، احمد، ترمذی) بلاشبہ آپ کی یہ دعاء قبول ہوئی اور لفظ اہل بیت کے اطلاق میں یہ بھی شامل ہوگئے اور اس بنیاد پر یہ حضرات بھی اہل بیت کے صحیح مصداق ہیں، چنانچہ علامہ قرطبیؒ اور حافظ ابن کثیرؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ: ''اہل بیت میں ازواج مطہرات کے ساتھ یہ چاروں حضرات (حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت علیؓ) رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں''۔ (دائرۃ المعارف: ۳/۵۷۷) اور حضرت امام رازیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ: ''یہ کہنا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے کہ اہل بیت کا مصداق آپ ﷺ کی اولاد اطہارؓ اور ازواج مطہراتؓ ہیں، ان میں حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ بھی شامل ہیں نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی آپ ﷺ سے خصوصی نسبت وتعلق اور خانگی قرب رکھنے کے سبب اہل بیت میں سے ہیں''۔

حضرات امہات المومنینؓ اور آپ ﷺ کی ذریات طیباتؓ کی طرح اہل بیت نبوی میں بنو ہاشم خاص طور سے آل عباس، آل علی، آل جعفر اور آل عقیل رضی اللہ عنہم اجمعین بھی داخل ہیں، جن کے لئے زکوٰۃ وصدقات کا مال وغیرہ لینا شرعاً حرام ہے، نیز بعض روایات سے بھی ان سب کا اہل بیت ہونا ثابت ہے، ایک حدیث شریف میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ (حضرت) عباسؓ مجھ سے ہیں اور میں (حضرت) عباسؓ سے ہوں''۔ (ترمذی) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ: ''(جب پیر کا دن آیا تو) صبح کے وقت حضرت عباسؓ سے ہم سب (ان کی اولاد) آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک ہم سب کو اڑھائی اور پھر دعاء فرمائی''۔ (ترمذی)

### اہل بیت نبوی ﷺ کے فضائل

کتاب وسنت میں حضرات اہل بیت نبوی ﷺ کے فضائل ومناقب بہت تفصیل سے وارد ہوئے ہیں، حضرات امہاتؓ المومنین کی قدر ومنزلت اور فضیلت وعظمت کے لئے اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (آپ ﷺ کی) بیوی کی حیثیت سے ان سب کا انتخاب فرمایا اور اسکی منظوری عطا فرمائی۔ (احزاب/ ۵۰) اور ان سب کو ''یا نساء النبی'' کے معزز خطاب سے یاد فرمایا۔ (احزاب/۳۲) اور ان سب کو ''ازواج النبی'' کے شرف عالی سے ہمکنار فرمایا نیز ان سب کو اللہ تعالیٰ نے ''تمام مومنین کی ماں'' کا درجہ بلند دے کر ان کے مقام ومرتبہ کو خوب بلند فرمایا ہے۔ (احزاب/۶) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ''تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو'' کہہ کر دنیا کی تمام عورتوں سے بالاتر اور ممتاز شان عطا فرمائی۔ (احزاب/۳۲) اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کی شان عالی میں آیت تطہیر (احزاب/۳۳) نازل فرمائی اور ان سے تطہیر کا وعدہ فرمایا نیز اللہ تعالیٰ نے حضرات امہات المومنینؓ کی آپ ﷺ سے رشتہ زوجیت کو دنیا وآخرت میں دوام بخشا ہے۔

اسی طرح احادیث مبارکہ میں حضرات امہات المومنینؓ کے فضائل ومناقب کثرت سے بیان ہوئے ہیں، بلاشبہ حضرات امہات المومنینؓ اللہ تعالیٰ کی منتخب کردہ ہیں اور ان سب سے آپ ﷺ کی شادی مبارک اللہ تعالیٰ کی اجازت وحکم سے ہوئی، ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''میں نے اپنا یا اپنی کسی بیٹی کا اس وقت تک نکاح نہیں کیا جب تک حضرت جبرئیل اللہ تعالیٰ کے پاس سے وحی لے کر میرے پاس نہیں آگئے''۔ (عیون الأثر) حضرات امہات المومنین کی اس اجتماعی فضیلت کے علاوہ ہر ایک کی علاحدہ علاحدہ فضیلت ومنقبت احادیث مبارکہ میں وارد ہوئی ہے، اس کی تفصیل حدیث

وسیرت اور تاریخ ومغازی کی تمام بڑی کتابوں میں موجود ہے۔

آپ ﷺ کی ذریات طیبات ؓ میں چار صاحبزادیاں (حضرت زینب ؓ ،حضرت رقیہؓ، حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ) رضی اللہ عنہن ہیں، سب ہی باحیات رہیں، بن رشد کو پہونچیں، مکہ سے مدینہ ہجرت کیں، سب کی شادیاں ہوئیں، حضرت ام کلثومؓ کے علاوہ سب صاحب اولاد ہوئیں، سب سے آپ ﷺ کو بڑی محبت وانسیت تھی، آپ ﷺ نے سب کے سلسلہ میں اپنی محبت وتعلق کا اظہار فرمایا ہے چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ کی شان ومنقبت میں فرمایا ہے کہ: ”یہ میری (چاروں) بیٹیوں میں سب سے افضل ترین بیٹی ہے، میری وجہ سے اسے مصیبت پہنچی“۔(زرقانی) اوران کے شوہر حضرت ابوالعاص بن الربیعؓ کے مقام وتعلق کو آپ ﷺ نے واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ: ”اس شخص کا تعلق جو ہم سے ہے وہ تم (سب اچھی طرح) جانتے ہو، تم کو اس کا مال ہاتھ لگ گیا ہے، تو یہ مال عطیہ الٰہی ہے، مگر میں پسند کرتا ہوں کہ تم اس پر احسان کرو اور مال واپس کردو“۔(رحمۃ للعالمین) اسی طرح حضرت زینبؓ کے صاحبزادہ حضرت علیؓ آپ کو بہت محبوب تھے۔یہی نواسہ رسول فتح مکہ کے دن آپ ﷺ کی اونٹنی پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے نیز ان کی صاحبزادی نواسی رسول حضرت امامہؓ بھی آپ ﷺ کو بہت محبوب ہیں اور یہ بھی آپ ﷺ سے بہت مانوس تھیں کبھی کبھار نماز کے دوران دوش مبارک پر چڑھ جاتیں اور آپ ﷺ کو ان کا یہ عمل ناگوار بھی نہ ہوتا تھا، ایک موقع پر آپ ﷺ نے، حضرات امہات المومنین کی موجودگی میں فرمایا کہ: ”یہ زریں ہار میں اپنے محبوب ترین اہل کو دوں گا“۔آپ ﷺ نے حضرت امامہؓ کو بلایا، ان کی آنکھوں کو اپنے دست مبارک سے صاف کیا پھر وہ ہار ان کے گلے میں ڈال دیا“۔ (مسند احمد) حضرت زینبؓ، ان کے شوہر اوران کی اولاد سے آپ ﷺ کو بڑی محبت وانسیت تھی، حضرت زینبؓ کی وفات کا آپ پر بہت اثر تھا، کفن میں آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک عنایت فرمائی اور یہ حکم دیا کہ: ”اس چادر کو سب سے اندر کی طرف جسم سے ملا کر استعمال کرنا“۔(مسلم)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی دوسری صاحبزادی ہیں، آپ ﷺ کو بہت عزیز تھیں؛ لیکن یہ اپنے شوہر حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ مکہ سے حبشہ ہجرت کر گئیں، کچھ دنوں تک آپ کو ان دونوں کی کوئی خبر نہ ملی، حسن اتفاق ایک خاتون آئیں اور انہوں نے خبر دی کہ میں نے ان دونوں کو دیکھا ہے، آپ ﷺ کو ایک گونہ تسلی ہوئی پھر آپ ﷺ نے ان دونوں کو کیا خوب دعا دی کہ: ”اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ ہو“۔ (سیرت المصطفیٰ) اوران دونوں کی منقبت میں ارشاد فرمایا: ”کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہجرت کی“۔(حاکم) فتح بدر کے دن حضرت رقیہؓ انتقال فرماگئیں آپ ﷺ غزوۂ بدر سے واپس ہوئے، قبر مبارک پر تشریف لائے بے اختیار آنکھوں سے (رحمت کے) آنسو جاری ہوگئے، اور اتنا روئے کہ آنسو قبر پر گرنے لگے۔

حضرت رقیہؓ کے انتقال پرملال کے بعد حضرت ام کلثومؓ کی شادی بحکم الٰہی حضرت عثمانؓ سے کردی، آپ ﷺ نے نکاح کے وقت حضرت عثمانؓ کو بلا کر فرمایا کہ: ”یہ حضرت جبرئیل ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ تجھ سے بیاہ دوں“۔ (حاکم) حضرت عثمانؓ کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ کے شکوہ کے موقع پر آپ ﷺ نے حضرت ام کلثومؓ کی فضیلت ومنقبت میں ارشاد فرمایا کہ: ”کیا میں تمہاری بیٹی حفصہ کے لئے، عثمانؓ سے بہتر شوہر اور عثمانؓ کے لئے تمہاری بیٹی سے بہتر بیوی نہ بتلا دوں، حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ضرور بتلادیں، اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی بیٹی کا حفصہؓ کا نکاح مجھ سے کردو اور میں اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح عثمانؓ سے کردیتا ہوں“۔ (بخاری) حضرت ام کلثومؓ سے بھی آپ کو بڑی محبت تھی، ان کی وفات پر بہت رنجیدہ ہوئے، کفن میں اپنی چادر مبارک یہ کہہ کر عنایت کی اس کو کفن میں سب سے اندر کی طرف استعمال کیا جائے، ان کی وفات پر بہت افسردہ ہوئے ایک روایت میں ہے کہ: ”آپ ﷺ (ان کی) قبر کے کنارہ بیٹھے ہوئے تھے اور آنکھوں سے (رحمت کے) آنسو جاری تھے“۔(سیرت المصطفیٰ)

(جاری)

☆☆☆☆☆





# عالم اسلام

جاوید اختر ندوی

## ایک امریکی پائلٹ کا قبول اسلام ، اسلامی نام عبد العزیز

ایک ماہ سے کچھ زائد کی مدت سے سعودی عرب میں قیام پذیر امریکی پائلٹ ”ریٹشارڈ بٹرسون“ نے مسلمانوں کے حسن اخلاق اور ایمانی واسلامی اخوت وبھائی چارہ سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرلیا اور اپنا اسلامی نام انہوں نے عبدالعزیز رکھا ہے۔

نومسلم عبد العزیز کے پاس امریکی مارکیٹ میں ذاتی کمپنی ہے جس کے پاس پانچ ملین سعودی ریال کی مالیت ہے، ابھی کچھ دنوں قبل وہ ہنگامی حالات میں جہاز چلانے کی ٹریننگ دینے کے لیے سعودی دارالحکومت ریاض آئے ہوئے تھے۔

ریاض میں ایک ماہ قیام کے بعد ایک دعوتی تنظیم کی طرف سے ایک عالی شان ہوٹل میں ان کی دعوت کی گئی اوران کے سامنے دین اسلام کے محاسن وتعلیمات اور اصول واحکام بیان کئے گئے، وہیں انہوں نے سعودی لباس زیب تن کیا اور کلمۂ شہادتین ادا کرلیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: ”اسلامی لباس بہت بہتر اور آرام دہ ہے، میں اس کو امریکہ میں بھی استعمال کروں گا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں تجارت کی غرض سے امریکہ سے یہاں آیا ہوا تھا اور واقعۃً اپنے مالک وخالق کے ساتھ سب سے بڑی تجارت کر بیٹھا اور حلقہ بگوش اسلام ہوکر اپنے آپ کو اپنے مالک وخالق کے ہاتھوں فروخت کردیا اور یہی سب سے نفع بخش اور فائدہ مند تجارت ہے۔

## فلسطینی علاقه ’غزه‘ میں سب سے زیادہ بے روزگاری

اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۰ء کے اواخر میں دنیا میں سب سے زیادہ بے روزگاری کی شرح فلسطینی علاقہ غزہ میں تھی۔ رپورٹ کے مطابق غزہ میں گزشتہ سال یہ شرح ۴۵٫۲ فیصد رہی، جو عالمی سطح پر بے روزگاری کی سب سے بلند شرح ہے۔غزہ سے متعلق یہ رپورٹ ایک ایسے وقت منظر عام پر آئی ہے جب اس علاقے پر اسرائیلی ناکہ بندی کے پانچ برس پورے ہورہے ہیں۔ فلسطینیوں کے لئے کام کرنے والے اقوام متحدہ کے ادارہ ”یو این آر ڈبلیو اے“ کا کہنا ہے کہ حالت اتنی بری ہے کہ مزدوری میں ایک تہائی سے زیادہ کی گراوٹ آئی ہے۔اس علاقہ سے برآمدات پر تقریباً مکمل پابندی سے نجی کاروبار بہت بڑی طرح متاثر ہوا ہے۔اسرائیل نے ۲۰۰۶ء میں شدت پسندوں کی جانب سے اس کے ایک فوجی اہلکار گیلاڈ شالت کو پکڑنے کے بعد غزہ پر پابندیاں عائد کی تھیں۔ اس واقعہ کے ایک برس بعد جب حماس نے غزہ سے ’فتح‘ کے کارکنان کو نکال کر اپنا کنٹرول مضبوط کرلیا تو پابندیاں مزید سخت کردی گئی تھیں۔

اقوام متحدہ کے ادارہ ’یو این آر ڈبلیو اے‘ کے ترجمان کریں گینس نے رپورٹ کے متعلق ایک بیان میں کہا کہ: ”یہ بہت ہی پریشان کن صورت حال ہے اور تارکین وطن جو غزہ کے پندرہ لاکھ کی آبادی کے دوتہائی ہیں، اس سے سب سے زیادہ متاثر ہوئے ہیں“۔

## شاہ فهد کمپلیکس کی جانب سے ایک ملین سے زائد قرآن مجید کی تقسیم

مدینہ منورہ میں قائم عالمی سطح پر معروف شاہ فہد قرآن کمپلیکس کی جانب سے گزشتہ تین ماہ میں اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں ایک ملین سے زائد قرآن مجید کے مختلف نسخے، دنیا کی متعدد زبانوں میں اس کے تراجم اور قرآن مجید کی تلاوت پر مشتمل مختلف سی ڈیز اور کیسٹ کی تقسیم عمل میں لائی گئی، کمپلیکس کی رپورٹ میں دی گئی تفصیلات کے مطابق بلاقیمت تقسیم کئے جانے والے ان اعلیٰ معیاری قرآن مجید کے نسخوں میں ایک ملین سے زیادہ نسخے صرف مصاحف کی شکل میں اور ایک لاکھ نسخے تراجم کی شکل میں جبکہ ۶/ ہزار قرآن مجید کی مکمل تلاوت پر مشتمل سی ڈیز اور کیسٹ کی شکل میں تقسیم کئے گئے۔

## ترکی کا اسمبلی انتخاب، رجب طیب اردگان تیسری بار وزیر اعظم، اسلامی ممالک کے لیے ایک نمونہ

۲۰۰۲ء یعنی مسلسل ۸ سال سے برسر اقتدار ترکی کے وزیر اعظم رجب طیب اردگان نے کسی بھی دوسری طاقت کی نہ غلامی اختیار کی ہے اور نہ وہ کسی بھی دوسری قوم یا ملک وطاقت کی ناروا ہدایات واحکام پر عمل کرتے ہیں۔اس کے باوجود کمال خود اعتمادی اور ملی وقومی غیرت وحمیت کے ساتھ اپنے ملک وقوم کو ہمہ جہتی ترقی کی بلندیوں کی طرف گامزن کرنے میں بڑی حد تک کامیاب ہیں۔ان کی اسی اہلیت وصلاحیت کا اعتراف کرتے ہوئے انھیں ترکی قوم نے تیسری بار وزیر اعظم منتخب کیا ہے اوران کی ’جسٹس اینڈ ڈیولپمنٹ پارٹی‘ کو پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل ہوئی ہے۔

رجب طیب اردگان اوران کی پارٹی نے

آٹھ سال کی مختصر مدت میں ترکی کو ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں شامل کر دیا ہے۔ جب کہ بڑی بڑی طاقتیں اور قومیں سخت اقتصادی و معاشی بحران میں مبتلا ہیں؛ لیکن انھوں نے ترکی کو دنیا کی مستحکم ترین معیشت و اقتصادیات سے ہمکنار کر دیا ہے اور ملک کو بار بار کی فوجی بغاوت کی مصیبت سے بھی چھٹکارا دلا دیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی عالمی سطح پر اسلام دشمن اور اسلام فوبیا کے طوفان اور سیلابوں کے مقابلے میں اپنے ملک و قوم کو اسلامی نظام و تعلیمات کے قبول و اختیار کرنے پر آمادہ کر لیا ہے۔ ان کی بالغ نظری، دور اندیشی اور جہد مسلسل نے قومی، مالیاتی بازاروں میں استحکام پیدا کر دیا ہے۔ ترکی کی کرنسی لیرا، امریکی ڈالر کے مقابلے میں زیادہ استحکام حاصل کر رہی ہے۔ سرمایہ دار و تاجر طبقہ مطمئن ہے کہ 'جسٹس اینڈ ڈیولپمنٹ پارٹی' دیگر پارٹیوں کے ساتھ مفاہمت کر کے اپنے مشن کے مطابق ایسا آئین نافذ کرنے میں کامیاب ہو جائے گی جو تیس سال قبل ملٹری کے دور اقتدار میں لکھے گئے آئین کی جگہ لے لے گا۔ اس کام کے لئے دوسری پارٹیوں سے گفتگو اور اتفاق رائے ضروری ہے۔ پارلیمنٹ کے اندر آئین کو بدلنے کے لئے دو تہائی ممبروں کی حمایت درکار ہے؛ لیکن 'جسٹس اینڈ ڈیولپمنٹ پارٹی' کو اتنی بڑی کامیابی حاصل نہیں ہو سکی ہے، پھر بھی ترکی کے اخبارات نے اردگان اور ان کی پارٹی کی کامیابی پر زبردست مسرت و خوشی کا اظہار کیا ہے، ملکی و بین الاقوامی اخبارات نے صفحہ اول پر پارٹی صدر دفتر کے باہر جشن منانے والے ان کے حامیوں کی تصاویر شائع کی ہیں جو مسکراتے اردگان کی تصویریں اٹھائے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اخبارات نے شہ سرخیاں لگا رکھی ہیں: "ترکی ان سے محبت کرتا ہے"، "ماسٹر آف بیلٹ باکس"، جشن فتح کی تقریر میں خود اردگان نے دار الحکومت انقرہ میں ہزاروں لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ:

"ہم اپنے حریفوں کو ساتھ لے کر کام کرنے کی کوشش کریں گے، لوگوں نے ہمیں اتفاق رائے سے نیا آئین تشکیل دینے کا پیغام دیا ہے، ہم نئے آئین کے سلسلے میں اپوزیشن پارٹیوں کے ساتھ گفتگو کریں گے۔ نیا آئین امن و سلامتی اور انصاف کے مطالبات کو پورا کرے گا"۔

انتخاب کے وقت ترکی کے عوام و خواص کے اندر زبردست جوش و خروش دیکھا گیا، انتخابی مقامات پر میڈیا والوں کو ان کا جواب تھا: "ہم پوری طرح 'جسٹس اینڈ ڈیولپمنٹ پارٹی' سے وابستہ ہیں، ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں کہ وہ اقتصادیات اور خارجہ امور کے سلسلے میں کیا پالیسی اختیار کرتی ہے اور کن خطوط پر عمل کرتی ہے، ہمیں ان پر پورا اعتماد ہے، وہ ہمارے اپنے ہیں، وہ عوام کے حق میں شریف اور امین ہیں"۔

اس طرح رجب طیب اردگان تیسری بار کرسی اقتدار پر فائز ہو گئے، تاہم ان کو اتنی سیٹیں نہیں مل سکیں جن کی بنیاد پر اکیلے اپنی پارٹی کے ذریعہ آئین کو بدل پائیں اور پارلیمنٹ کے اندر اپنے مخالفوں سے الجھنے کے بجائے ریفرنڈم کے ذریعہ ملک کو درپیش تکلیف دہ کرد مسائل کو حل کر پائیں۔

۸۱ فیصد رائے دہندگان نے جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا حق رائے دہندگی استعمال کیا۔ ان میں سے ۴۹،۹ فیصد ووٹ حاصل کر کے 'جسٹس اینڈ ڈیولپمنٹ پارٹی' ۵۵۰ رکنی پارلیمنٹ میں ۳۲۶ سیٹیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی، جب کہ اس کی اصل حریف سنٹرل لیفٹ ریپبلکن پیپلز پارٹی صرف ۲۵ فیصد ووٹ یعنی ۱۳۵ سیٹیں ہی حاصل کر سکی، رائٹ ونگ نیشنلسٹ موومنٹ پارٹی صرف ۲۳ فیصد ووٹوں پر ہی سمٹ کر رہ گئی، جس سے اس کو ۵۳ سیٹیں ملی ہیں۔ ۳۶ سیٹیں آزاد امیدوار بھی حاصل کرنے میں کامیاب رہے جو زیادہ تر کرد اقلیت سے تعلق رکھتے ہیں۔

ایسے موقع پر اگر عالم اسلام کے مسلم حکمراں ترکی کے اسلام پسند وزیر اعظم رجب طیب اردگان اور ان کی پارٹی کو اپنے لیے نمونہ بنا لیں تو یقیناً خود ان کے لئے، ان کے ملکوں، حکومتوں، عوام اور پورے عالم اسلام کے لئے اچھا عمل ہوگا۔ اردگان اور ان کی پارٹی کی کامیابی دوسرے ملکوں کے لئے ایک اچھا اور مثالی نمونہ ہے۔

### فلسطین پر اسرائیلی قبضے کے ۶۳ سال

۱۵ رمئی ۲۰۱۱ء کو فلسطین پر اسرائیلی قبضے کے ۶۳ سال مکمل ہونے پر فلسطین، شام، اردن، لبنان کے فلسطینیوں نے اسرائیلی سرحد کی طرف مارچ کرتے ہوئے 'یوم نکبہ' منایا۔ 'یوم نکبہ' یعنی عظیم تباہی کا دن۔

۱۵ رمئی کو گولان ہائٹ پر مظاہرہ کرنے والے چار شامی صہیونی فوج کی فائرنگ سے شہید ہو گئے جب کہ لبنان میں ۱۰ شہید ہوئے۔ مجموعی طور پر صہیونی فوج کی گولیوں سے ۱۶ مظاہرین شہید ہوئے۔ ۶۳ سال قبل صہیونی ریاست کے قیام کے لئے صہیونی گروہوں نے سات لاکھ سے زیادہ فلسطینیوں کو ان گھروں سے بھگا دیا تھا۔ سینکڑوں فلسطینی دیہاتوں کو تباہ اور بے چراغ کر دیا گیا تھا۔ اس وقت بھی ۲۰ لاکھ فلسطینی اردن، چار لاکھ ستائیس ہزار لبنان، چار لاکھ ستر ہزار شام، سات لاکھ اٹھاسی ہزار مغربی کنارے اور گیارہ لاکھ غزہ میں رہ رہے ہیں۔ جب کہ ڈھائی سے تین لاکھ فلسطینی اسرائیل کے اندر پھیلے ہوئے ہیں۔ یاد رہے کہ ۲۰۰۹ء میں اسرائیل نے نصابی کتابوں میں لفظ 'نکبہ' پر پابندی لگا دی تھی۔

☆☆☆☆☆





تعارف و تبصرہ

# رسید کتب

م-ح-ح

نام کتاب: الصحافة العربية، نشأتها و تطورها
مؤلف: مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
ناشر: مجلس صحافت و نشریات، ندوة العلماء، لکھنؤ

دو سو سے زائد صفحات کی یہ کتاب عربی صحافت کا ایک جامع جائزہ پوری دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے اور صحافت کے دنیا پر اثرات، اس کی افادیت، تاثیر و ضرورت اور دنیا کی صحافت کے غلط انداز کے مقابلہ کے لیے اسلامی صحافت کی خدمات کو واضح کرتی ہے، ضرورت ہے کہ اس کتاب کا اردو اور انگریزی ترجمہ بھی ہو۔ مولانا عبد اللہ علاء الدین ندوی، گجراتی (ممبئی) نے اس کی طباعت میں حصہ لیا ہے۔

نام کتاب: مسئلہ فلسطین، سامراج اور عالم اسلام
مؤلف: مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی
ناشر: دار الرشید، لکھنؤ

چالیس صفحات کا مختصر رسالہ ہے، جس میں فلسطین کے مسئلہ کا زمینی حقائق کی روشنی میں ایمانی جائزہ لیا گیا ہے اور سامراجی طاقتیں اس کے پیچھے کیا منصوبہ بنا رہی ہیں، اس کو واشگاف کرتا ہے۔ ہر ایک کے مطالعہ کے لیے ہے۔ قیمت ۲۵/ روپے ہے۔

نام کتاب: اقوال سلف (اضافہ شدہ ایڈیشن)
مؤلف: مولانا محمد قمر الزماں الہ آبادی
ناشر: مکتبہ دار المعارف، الہ آباد، یوپی

مولانا شاہ محمد قمر الزماں الہ آبادی مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہؒ کے مجاز طریقت ہونے کے ساتھ سلسلہ مجددیہ میں بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد احمد پرتاپ گڑھیؒ کے خلیفہ ہیں، ان کی تصنیفات میں اقوال سلف خاص طور پر بڑی شہرت ملی، چھ حصوں کی یہ تصنیف اب نئی ترتیب و اضافہ کے ساتھ سات حصوں میں آ رہی ہے۔ جس کا پہلا حصہ حضرات انبیاء کرام، سید الانبیاء حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور صحابۂ کرام کے حالات پر ایک بہترین مرقع ہے، دوسرا حصہ پریس میں ہے، تیسرا حصہ بھی تیار ہے، باقی حصوں پر کام ہو رہا ہے۔

نام کتاب: ریاض السنۃ تلخیص ترجمان السنۃ (دو جلدیں)
مؤلف: مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ
ملخص: مولانا شاہ محمد قمر الزماں الہ آبادی
ناشر: مکتبہ دار المعارف، الہ آباد

مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ نے حدیث کی ترجمانی کا کام جس عرق ریزی اور بالغ نظری سے موجودہ حالات کے لیے اس کے پیغام کے طور پر کیا تھا، ضرورت تھی کہ اس کی تلخیص سامنے آئے تا کہ اس کی افادیت زیادہ ہو، مولانا شاہ محمد قمر الزماں نے یہ کام اعلیٰ معیار سے انجام دیا، امید ہے خواص خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور دوسرے محروم نہ رہیں گے۔

نام کتاب: چراغوں کی روشنی
مؤلف: مولانا محمد ارشد اعظمی بناری
ناشر: مدرسہ عربیہ امدادیہ مسجد نواب ٹونک، وارانسی،

۳۱۶ صفحات کی یہ کتاب ۱۵۰/ روپے کی ہے، جس میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی کے مقدمہ کے ساتھ دیگر علماء کی تقریظات ہیں اور یہ کتاب دراصل علمی، اصلاحی، اخلاقی، دینی جواہرات اور تاریخی نوادرات کا مجموعہ ہے جو علم و عمل کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہے۔

نام کتاب: خزینہ
مؤلف: شاہ قادری سید مصطفیٰ رفاعی جیلانی
ناشر: مکتبۃ الشباب العلمیۃ، لکھنؤ

اہم معلوماتی، دینی، فکری، اصلاحی، دعوتی مضامین کا ایک شاندار مجموعہ انتخاب ہے جس کے مرتب مولانا شاہ مصطفیٰ رفاعی ہیں۔ ۲۴۰ صفحا ہیں، قیمت درج نہیں۔

نام کتاب: دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے انداز
تالیف: نکہت پروین خان (لکھنؤ)
ناشر: مصنف۔ ملنے کا پتہ: مکتبہ ندویہ، ندوہ، لکھنؤ

۲۴۸ صفحات کا یہ سفرنامہ ۱۵۰/ روپے کی قیمت کا ہے جس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ القدس، سرزمین اندلس، کربلا، اصحاب کہف کے غار اور یوروپ و اسپین کی سیر کرائی گئی ہے، سب سے بڑھ کر یہ کہ حرمین شریفین کی برکات بھی اس میں شامل ہیں، انداز تحریر دلچسپ اور مؤثر ہے۔

نام کتاب: مکتوبات

مفتی محمد روشن شاہ قاسمی نے مولانا محمد عمر پالنپوری کے نام شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کے خطوط جمع کر دیئے ہیں، جن کا مطالعہ بہت مفید ہے، خصوصاً دعوت کے کام کرنے والوں کے لئے۔

اسی طرح سے مفتی محمد عمرؒ کے بیرون سفر کی دعوتی کارگذاریوں کو بڑی محنت سے جمع کر دیا ہے، بڑی اچھی اور دعوتی جذبہ پیدا کرنے والی معلومات جمع ہو گئیں ہیں، ان کارگذاریوں سے اسلام کی کشش پر بڑی اچھی روشنی پڑتی ہے۔

مفتی صاحب نے عابد خان حیدر آبادی کے بھی تبلیغی بیانات کو جمع کر دیا جو جماعت میں لگے ہوئے حضرات کے لئے خصوصاً بہت مفید ہے، ان تینوں کتابوں کو مکتبہ دار العلوم سونوری تحصیل مرتضیٰ پور، ضلع اکولہ مہاراشٹر، انڈیا سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

Complet Family Footwear
Royal
King
Footcare
RED CHIEF, WOODLAND, SPARX
Tel. : 0522-3067961
Mobile : 9935719012
Akbari Gate
SS Plaza, Sec-1, L.D.A. Colony, Aashiana,
Near Vishal Mega Mart, Lko.
H.I.G.-3, Sextor-A, Ram Ram Bank, Aliganj
B-5, Basement, Arif Chamber-1 Aliganj
Arif Chamber-1, Kapoorthala Aliganj

ماہ مبارک کی عبادت مبارک مبارک!
روز عید کی مسرت مبارک مبارک!
پروپرائٹر: ولی اللہ
ولی اللہ جویلرس
WALIULLAH
Jewellers
ALL KINDS OF GOLD, SILVER
& DIAMOND JEWELLERY
Mob. 9415090544, 9936672278
Phone : 0522-2627446 (S)
e-mail : waliullahjewellers@gmail.com
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow

CAFE FIRDOS
کیفے فردوس
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Mumbai-400003

...JEWELLERS

ممبئی کے قارئین کی خدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے
سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ
پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S.V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

Mohd. Zubair
Mohd. Salman
0522-2618629
09415028247
09919091462
Sahara
FOOTWEAR
wholesale
35, Amethi House, Near Post Office, Aminabad, Lucknow-18

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirt, Trousers, Coats, Embroidered Sherwanis, Pullowers,
Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ تشریف لائیں قابل بھروسہ برانڈ
menmark®
Men's Exclusive
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow-226001



**NADWATUL-ULAMA**
PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)
Phone : 0522-2741231

**ندوۃ العلماء**
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ، لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)
فون نمبر : ۰۵۲۲-۲۷۴۱۲۳۱

Date ____________ تاریخ ____________

باسمہ تعالیٰ

# اہل خیر حضرات سے اپیل

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ناظم ندوۃ العلماء کی سرپرستی میں اپنی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہے، طالبان علوم دین کی کثرت کی وجہ سے دارالعلوم میں طلباء کی رہائش کا بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے سال گزشتہ داخلے محدود کرنے پڑے اور جدید طلباء کی ایک بڑی تعداد مایوس ہو کر واپس ہو گئی، اس صورت حال کو دیکھ کر مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء نے جدید دارالاقامہ تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر یہ تعمیر شروع کرا دی گئی ہے۔

اس جدید دارالاقامہ میں جو تین منزلہ ہوگی ساٹھ کمرے اور تین ہال ہوں گے تاکہ طلباء کی رہائش کے ساتھ دیگر تعلیمی مصروفیات کی تکمیل ہو سکے۔

اس تعمیر پر مبلغ -/2,35,00000 (دو کروڑ ۳۵ لاکھ) روپے اور ایک کمرہ پر تقریباً چار لاکھ روپے کے خرچ کا تخمینہ ہے جو انشاء اللہ اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورا ہوگا، ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس اہم ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے اور ندوۃ العلماء کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں گے تاکہ طلباء علم دین دلجمعی کے ساتھ حاصل کر سکیں، ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ اس کی مدد سے یہ اہم کام تکمیل کو پہنچے گا۔

**وما ذٰلک علی اللہ بعزیز**

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| (مولانا مفتی) محمد ظہور ندوی | (مولانا) محمد واضح رشید ندوی | (پروفیسر) اطہر حسین خالدی | (مولانا) سعید الرحمٰن اعظمی ندوی | (مولانا) محمد حمزہ حسنی ندوی |
| نائب ناظم ندوۃ العلماء | معتمد تعلیم ندوۃ العلماء | معتمد مال ندوۃ العلماء | مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء | ناظر عام ندوۃ العلماء |

**نوٹ:** چک/ڈرافٹ پر صرف یہ لکھیں: **NADWATUL ULAMA**

**A/C NO. 10863759733** (State Bank of India Main Branch, Lucknow.)

اور اس پتہ پر ارسال کریں:

NAZIM NADWATUL ULAMA,
P.O. BOX NO. 93, TAGORE MARG,
LUCKNOW - 226007 (U.P.)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.